مکمل و مدلل

مسائلِ شبِ برات

فلاحی کتب خانہ

قرآن وسنت کی روشنی میں
دارالعلوم دیوبند کے حضرات مفتیان کرام کے تصدیق کے ساتھ

تالیف

فلاحی کتب خانہ

حضرت مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی

مفتی و مدرس دارالعلوم دیوبند

ناشر

وحیدی کتب خانہ

میونسپل کابلی پلازہ قصہ خوانی بازار پشاور

فلاحی کتب خانہ

☆ کتابت کے جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں ☆

نام کتاب: مکمل ومدلل مسائل شب برات وشب قدر
تالیف: حضرت مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی مفتی ومدرس دارالعلوم دیوبند
کمپوزنگ: دارالترجمہ وکمپوزنگ سنٹر (زیرنگرانی ابوبلال برہان الدین صدیقی)
تصحیح ونظر ثانی: مولانا لطف الرحمٰن صاحب
سٹنگ: برہان الدین صدیقی فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی ووفاق المدارس ملتان
وخریج مرکزی دارالقراء مدنی مسجد نمک منڈی پشاور، ایم اے عربی پشاور یونیورسٹی
اشاعت اول: جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ
ناشر: وحیدی کتب خانہ پشاور

استدعا: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی کے تمام مراحل میں پوری احتیاط کی گئی ہے لیکن پھر بھی انسان کمزور ہے اگر اس احتیاط کے باوجود بھی کوئی غلطی نظر آئے تو مطلع فرمائیں انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کیا جائے گا۔

منجانب: عبدالوہاب وحیدی کتب خانہ پشاور

دیگر ملنے کے پتے

کراچی: اسلامی کتب خانہ بالمقابل علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
: مکتبہ علمیہ سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی
: کتب خانہ اشرفیہ قاسم سنٹر اردو بازار کراچی
: زم زم پبلشرز اردو بازار کراچی
: مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی
: مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی جامعہ فاروقیہ کراچی
راولپنڈی: کتب خانہ رشیدیہ رجبہ بازار راولپنڈی
کوئٹہ : مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ بلوچستان
پشاور : حافظ کتب خانہ محلہ جنگی پشاور
: معراج کتب خانہ قصہ خوانی بازار پشاور

لاہور: مکتبہ رحمانیہ لاہور
: المیزان اردو بازار لاہور
صوابی: تاج کتب خانہ صوابی
اکوڑہ خٹک: مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک
: مکتبہ رشیدیہ اکوڑہ خٹک
بنیر: مکتبہ اسلامیہ سواڑی بنیر
سوات: کتب خانہ رشیدیہ منگورہ سوات
تیمر گرہ: اسلامی کتب خانہ تیمر گرہ
باجوڑ: مکتبہ القرآن والسنہ خار باجوڑ

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
انتساب	۶	فرشتوں کی عیدیں	۲۵
عرض مؤلف	۷	موت وحیات کے فیصلہ کی رات	〃
تصدیق حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب	۸	سال بھر کے بجٹ کی منظوری کی شب	۲۸
ارشاد گرامی حضرت مولانا		درخواست کی پیشی کا وقت	۲۹
نظام الدین صاحب	۹	درخواست کا مضمون	〃
رائے گرامی مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب	۱۰	شب قدر کی پوشیدگی کی حکمت	۳۱
آیات قرآنی مع ترجمہ	۱۳	شب برأت ظاہر کرنے کی حکمت	〃
وجہ تسمیہ	〃	شب بیداری کی چودہ راتیں	۳۲
شعبان کے حروف	۱۴	ہر رات لیلۃ القدر ہے	۳۳
شعبان کی قدر وقیمت	〃	شب برأت میں رسول اللہ ﷺ کا عمل	۳۴
شعبان وصحابہ کرامؓ کا عمل	۱۵	أم المؤمنین حضرت عائشہؓ کی فراست	۳۶
بہترین انتخاب	۱۶	خدائی نظام کی توہین	〃
فضائل شب برأت	۱۷	رات کے کس حصہ میں جاگیں	۳۸
خصوصیات شب برأت	۱۸	شیطانی دھوکہ	۳۹
امتحان کا وقت	۱۹	مبارک رات میں گناہ کرنا	〃
شب برأت کیا ہے؟	۲۱	اس رات کے گناہ	〃
حضرت جبرائیلؑ کی آمد	۲۲	الفیہ نماز کی حقیقت	۴۰
شب برأت مبارک کیوں؟	۲۳	بخشش کی رات میں بھی محرومی	۴۱
شب برأت میں نظام خداوندی	۲۴	محرمین کی فہرست	۴۲

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
شرک	۴۳	آتش بازی کے نقصانات	۶۸
کینہ کیا ہے؟	۴۴	شب برأت میں قبرستان جانے کا ثبوت	۶۹
قطع رحمی کیا ہے؟	۴۵	کیا عورت زیارت قبور کر سکتی ہے؟	۰
ٹخنوں سے نیچے کپڑے کا استعمال	۴۷	کیا میت کی روح گھر میں آتی ہے؟	۷۰
کتے کا شرعی حکم	۴۸	قبرستان جانے کے آداب واحکام	۷۱
تصویر کا شرعی حکم	۵۰	کیا مُردے زیارت کرانے والے	
علم نجوم	۵۱	کو پہچانتے ہیں؟	۷۲
شراب نوشی کا حکم	۰	ایصال ثواب کے چند ضروری مسائل	۰
غیب کی باتیں بتانے والے کا حکم	۵۲	شب برأت کی رسومات	۷۷
والدین کی نافرمانی کرنے والے کا حکم	۰	شب برأت میں حلوہ پکانا اور کھانا	۸۰
شعبان کے روزہ کا ثبوت	۵۳	شب برأت کے اعمال مسنونہ	۰
شب برأت کا روزہ رکھنے کی وجہ	۵۵	تنبیہ	۸۱
عورت کیلئے نفل روزہ کا حکم	۵۶	شب برأت کی مخصوص دعائیں	۸۲
عبادت میں نیند نہ آنے کی ترکیب	۵۷	شب قدر کی عظمت	۸۳
جاگنے کا طریقہ	۵۸	ایک سوال کا جواب	۸۵
شریعت کا مقصود	۵۹	کیا تمام دنیا میں ایک ہی وقت	۰
مبارک راتوں میں مساجد میں اجتماع	۰	میں شب قدر ہوتی ہے؟	۸۶
نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے	۶۱	شب قدر کے معنی	۰
مبارک راتوں میں مسجد کو سجانا	۶۲	شب قدر کیا ہے؟	۸۷
آتش بازی کی تاریخ	۶۵	کمائی کی رات	۸۸
آتش بازی کا حکم	۶۶	فرشتوں کی آمد	۹۰
یاجوج ماجوج کی مشابہت کا حکم	۶۷	شب قدر کی تعیین نہ ہونے کا سبب	۹۱

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
شب قدر کی پوشیدگی کا راز	۹۳	شب قدر کی علامت	۱۰۲
شب قدر کا علم حضور ﷺ کو دیا گیا تھا	۹۴	شب قدر کے اعمال	۱۰۴
کیا شب قدر اب بھی باقی ہے؟	۹۵	صلوٰۃ التسبیح	۱۰۵
پانچ چیزیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں	〃	اس نماز میں ایک خاص نقطہ ہے	۱۰۶
بدنصیب کون ہے؟	۹۶	صلوٰۃ التسبیح کا ثواب عام ہے	۱۰۷
کیا خبر کہ یہ آخری شب قدر ہو	۹۷	صلوٰۃ التسبیح کی جماعت	〃
حکمتِ الٰہی	۹۸	تعلیم کی غرض سے جماعت کرنا	〃
شب قدر کب آتی ہے؟	〃	نماز میں ہاتھ کی کیفیت	۱۰۸
سات عدد اور شب قدر	۱۰۰	نماز کا طریقہ	〃
دلچسپ نتیجہ	۱۰۱	تسبیح کے شمار کا طریقہ	۱۰۹
ستائیسویں شب قدر میں قرآن ختم کرنا کیسا ہے؟	〃	اگر نماز میں بھول ہو جائے	〃
		☆☆	

☆تمت بالخیر☆

پی ڈی ایف کنندہ نوید فلاحی

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆

☆

انتساب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ 0 وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ 0
لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ 0 تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ
فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ 0 سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ 0﴾

﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ 0
فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ 0﴾

میں اپنی اس کاوش کو
اُم المؤمنین زوجہ مطہرہ سیدہ حضرت
عائشہ صدیقہؓ کی طرف منسوب کرنے کی سعادت
حاصل کررہا ہوں، جن کے ذریعے
اسلام کی بہت سی تعلیمات
اوران مبارک راتوں
کے اعمال ہم تک
پہنچے۔

محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ

☆

عرض مؤلف

((الحمدلله رب العالمین والصلوٰة والسلام علیٰ
سیدالمرسلین وعلیٰ اٰله وصحبه اجمعین))

الحمدللہ کہ آٹھویں کتاب ''مکمل ومدلل مسائل شب برأت وشب قدر'' ہدیۂ ناظرین ہے، جس میں فضائل ومسائل وبے شمار جزئیات اور اعمالِ مسنونہ قرآن واحادیث کی روشنی میں جمع کردیئے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے احقر کی کاوشیں حضرات مفتیانِ کرام دارالعلوم دیوبند دامت برکاتہم کی نگاہوں سے گزر کر منظرِ عام پر آرہی ہیں، یااللہ ان تمام حضرات کا سایۂ عاطفت تادیر قائم رکھیئے آمین۔

بارگاہِ ایزدی میں دست بدعا ہوں کہ اپنے فضل وکرم سے سابقہ کتابوں مکمل ومدلل مسائلِ امامت، مکمل ومدلل مسائل تراویح، مکمل ومدلل مسائلِ روزہ، مکمل ومدلل مسائلِ اعتکاف، مکمل ومدلل مسائل نمازِ جمعہ، مکمل ومدلل مسائلِ عیدین وقربانی اور آداب ملاقات کی طرح اس کتاب کو بھی مقبول ونافع دارین بنا کر آئندہ بھی اسی نہج پر خدمت انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

((ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم))

محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ
مدرس دارالعلوم دیوبند
۱۲/ جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ
مطابق ۲۲/ دسمبر ۱۹۹۱ء۔

☆

تصدیق

جامع شریعت وطریقت، فقیہ الامت سیدی
حضرت مولانا مفتی محمود حسن دامت برکاتہ
چشتی، قادری، سہروردی، نقشبندی مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند

((باسمہ سبحانہٗ تعالیٰ))

محترم مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی مدرس دارالعلوم دیوبند نے دینی سابق تالیفات کی طرح شب برأت وشب قدر سے متعلق مسائل منتشرہ کو مختلف کتب فتاویٰ وغیرہ سے جمع فرما کر امت پر احسان فرمایا ہے۔ امید کہ اس مجموعہ کے ذریعہ شب برأت وغیرہ سے متعلق بدعات ورسوم کا انسداد ہوگا۔

حق تعالیٰ شانہٗ قبول فرمائے، اُمت کے لیے نافع ومفید بنائے اور مؤلف موصوف کو ترقیات سے نوازے، نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

العبد محمود غفرلہٗ
چھتہ مسجد دارالعلوم دیوبند
۱۴۱۲ھ۔

ارشاد گرامی

حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب دامت برکاتہٗ
صدر مفتی دارالعلوم دیوبند

«الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ اصحابہ واتباعہ التابعین لھم الیٰ یوم الدین»

پیش نظر انتخاب فتاویٰ اس کے افادیت میں اور ہر شخص کے لیے نافع ہونے میں دورائے نہیں اس لیے کہ تمام مندرج کتاب وہ فتاویٰ من وعن ہیں جو اکابر معتبرین کے ہیں۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پیش نظر تالیف کو بھی عزیز موصوف کے دیگر مجموعات کی طرح مقبول ونافع بنائے۔ آمین۔ فقط

کتبہ العبد
نظام الدین
رجب ۱۴۱۲ھ جنوری ۱۹۹۲ء۔

رائے گرامی

حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب زید مجدہم مفتی دار العلوم دیوبند

الحمد للہ والمنتہ کہ مولانا قاری محمد رفعت صاحب قاسمی مدرس دار العلوم دیوبند کی متعدد کتابیں شائع ہو کر اہل علم اور عوام میں مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔

اب موصوف نے زیر نظر کتاب ''مسائل شب برأت وشب قدر'' پر مختلف مستند فتاویٰ اور کتابوں سے ان کے احکام ومسائل اور فضائل جمع کرنے کی جد وجہد فرمائی ہے اور ماشاء اللہ موصوف اپنی اس خدمت میں بھی پہلے کی طرح پورے طور پر کامیاب ہیں۔ میں نے ان کا یہ مسودہ پڑھا، اور خوشی ہوئی کہ اس میں مختلف کتابوں اور فتاویٰ کے مضامین ومسائل بڑے دلچسپ ودل پزیر انداز میں جمع ہو گئے ہیں۔ جگہ جگہ سے پڑھ کر مجھے دلی مسرت ہوئی، اور بہت سے مسائل جو ذہن میں نہیں تھے وہ بھی میری نگاہوں سے گزرے۔ اس طرح استفادہ کی صورت بھی سامنے آئی اور دل سے موصوف کے لیے دعائیں نکلیں، اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کو صحت وسلامتی کے ساتھ اس طرح کی علمی خدمات کا برابر موقع عطا کرتا رہے اور یہ عوام وخواص کو اپنی محنتوں سے مستفید کرتے رہیں، ماشاء اللہ قاری صاحب زید مجدہ، ابھی جوان ہیں، ہمیں پوری توقع ہے کہ آپ اپنی یہ علمی سرگرمیاں جاری رکھیں گے۔

''مسائل شب برأت وشب قدر'' یک جا پڑھ کر ہر پڑھنے والا خوشی محسوس کرے گا اور ان دونوں مبارک راتوں کو صحیح طور پر گزارنے کی اسے توفیق حاصل ہوگی، اور اس طرح وہ بہت ساری برکتیں اور نیکیاں اپنے نامۂ اعمال میں جمع کرے گا جو دنیا وآخرت دونوں جگہوں میں اس کے لیے کار آمد اور فلاح وصلاح کا ذریعہ ثابت ہوں گی۔

عوام الناس میں اس سلسلے میں جو غلط بدعات وخرافات پیدا ہو چکی ہیں، ان کی اس کتاب میں نشاں دہی بھی کی گئی ہے اور ان سے بچنے کی تاکید بھی ہے۔ مختصر یہ کہ زیر نظر کتاب ہر طرح جامع اور مکمل ہے اور ہر طرح کے احکام ومسائل پر حاوی ہے۔

نو جوان علماء، جدید تعلیم یافتہ حضرات اور عوام سبھوں سے میری گزارش ہے کہ وہ اس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں، انشاء اللہ ان کی راہنمائی ہوگی۔ اور وہ ان راتوں کو اسی طرح گزارنے کی سعی کریں گے جس طرح حضور پرنور ﷺ نے ان مبارک راتوں کے متعلق حکم فرمایا ہے۔

اخیر میں میری دعا کے کہ رب العالمین مؤلف کی یہ خدمت قبول فرمائے اور اسے ان کی دنیاوی ودینی فلاح کا ذریعہ اور وسیلہ بنادے۔

‹‹ واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین ››

طالب دعاء
محمد ظفیر الدین غفرلہ
مفتی دارالعلوم دیوبند
مؤرخہ یکم شعبان المعظم /۱۴۱۲ ہجری عیسوی

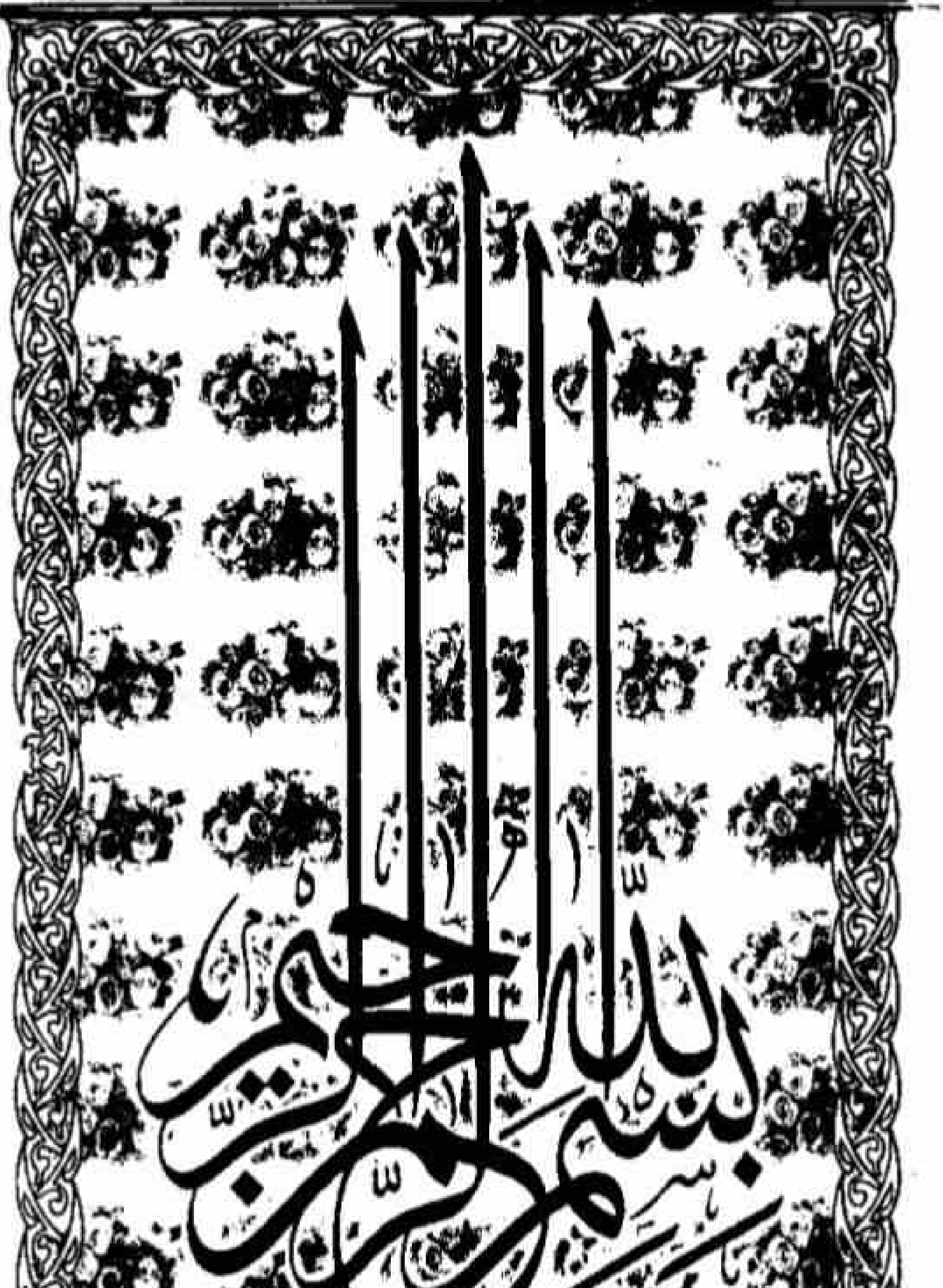
بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حٰم ()وَالْكِتَابِ الْمُبِيْنِ ()إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ()
فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيْمٍ ()أَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ()

(سورۃ الدخان پارہ ۲۵)

ترجمہ:۔ حٰم (اس کے معنی اللہ کو معلوم ہے) قسم ہے اس کتاب واضح کی کہ ہم نے اس کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ایک برکت والی رات میں اتارا ہے کیونکہ ہم بوجہ شفقت کے اپنے ارادہ میں اپنے بندوں کو آگاہ کرنے والے تھے یعنی ہم کو یہ منظور ہوا کہ مضرتوں سے بچانے کے لیے خیر وشر پر مطلع کردیں، یہ قرآن کو نازل کرنے کا مقصد تھا، آگے اس شب کے برکات ومنافع کا بیان ہے کہ اس رات میں ہر حکمت والا معاملہ ہماری پیشی سے حکم صادر ہو کر طے کیا جاتا ہے یعنی سال بھر کے معاملات جو سارے کے سارے ہی حکمت پر مبنی ہوتے ہیں جس طرح انجام دینے کو منظور ہوتے ہیں اس طریقے کو متعین کرکے ان کی اطلاع متعلقہ فرشتوں کو کرکے ان کے سپرد کردیئے جاتے ہیں، چونکہ وہ رات ایسی ہے اور نزولِ قرآن سب سے زیادہ حکمت والا کام تھا اس لیے اس کے لیے بھی یہی رات منتخب کی گئی۔
(معارف القرآن: ص ۹۸، ج ۷)

اس کے متعلق عکرمہؒ اور مفسرین کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ (لیۃ مبارکۃ) سے مراد شب برأت ہے جیسا کہ ﴿فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيْمٍ﴾ معلوم ہوتا ہے چنانچہ اس تفسیر پر اس آیت سے ماہ شعبان کی پندرہویں شب کی خصوصیت سے بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

نزول قرآنی سے مراد حقیقۃً نزولِ قرآنی نہیں ہے، بلکہ نزول کا فیصلہ مراد ہے کہ اس مبارک رات میں ہم نے قرآن کو نازل کرنے کا فیصلہ کردیا تھا، پھر نزولِ حقیقی شب قدر میں ہوا۔

شب برأت میں امور محکمہ کے فیصلے ہوا کرتے ہیں اس لیے ظاہر ہے کہ شب برأت میں اس کا بھی فیصلہ کیا گیا ہوگا لیکن قرآن شریف کے نازل کرنے سے بڑا امرِ محکم اور کون سا ہو سکتا ہے۔ (فضائل الایام والشہور: ص ۱۰۸)

شب برأت میں حکم ہوا کہ اس دفعہ رمضان میں جو شب قدر آئے گی اس میں قرآن نازل کیا جائے گا، پھر شب قدر میں اس کا وقوع ہوگیا، کیونکہ عادۃً ہر فیصلہ کے دو مرتبے ہوتے ہیں، ایک تجویز، ایک نفاذ، یہاں بھی دو مرتبے ہو سکتے ہیں کہ تجویز تو شب برأت میں ہو جاتی ہے اور نفاذ لیلۃ القدر میں ہوتا ہے۔ غرض آیت میں لیلۃ مبارکہ سے مراد یہی ہو لیکن احادیث سے تو اس رات کا بابرکت ہونا معلوم ہوتا ہے۔ (التبلیغ: ص۱۴، ج۸)

وجہ تسمیہ:۔ شعبان شب وتشعب سے مشتق ہے جس کے معنی تفرق اور پھیل جانے کے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ اس ماہ میں روزہ رکھنے والے پر رحمتوں اور بھلائیوں کا نزول ہوتا ہے، یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے، چونکہ یہ مہینہ رحمتوں کے پھیلنے کا ہے اس لئے اس کو شعبان کہا جاتا ہے۔ (فضائل الایام والشہور: ص۹۹)

شعبان کے حروف

شعبان کے پانچ حروف ہیں:۔ ش۔ ع۔ ب۔ ا۔ ن

ان میں ہر حرف ایک ایک بزرگی کی نشان دہی کرتا ہے۔ ش کا اشارہ شرف کی طرف ہے۔ ع بلندی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ب سے مراد بر یعنی نیکی ہے۔ الف سے مراد اُلفت اور ن کا حرف نور کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ یہ پانچوں انعامات اللہ کی جانب سے اس ماہ شعبان میں بندوں کو دیئے گئے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین: ص۳۵۶)

شعبان کی قدر و قیمت

ہر عقلمند کے لیے ضروری ہے کہ شعبان کے مہینہ میں غفلت نہ کرے اور ماہ رمضان المبارک کے استقبال کے لیے اس ماہ میں تیاری کر لے، اپنے گناہوں سے توبہ کر لے، جو اعمال اس سے رہ گئے ہیں ان کو پورا کرے۔ ماہ شعبان میں اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی وزاری کرے، سچے دل سے اس کی طرف رجوع کرے۔ اس ماہ کی نسبت والے کی طرف یعنی رسول اللہ ﷺ کے طفیل اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کرے تاکہ اس کا دل صاف ہو سکے، اور باطن کے امراض کے لیے دوا کام انجام دے۔ یہ کام ملتوی نہ کرے (بلکہ اسی مہینے میں

انجام دے) کیونکہ اصل میں تین ہی دن ہیں، ایک کل کا دن ہے جو گزر گیا، دوسرا موجودہ دن کام کرنے کا ہے اور تیسرا آئندہ کا دن جو امید کا دن ہے اور آئندہ کے بارے میں کسی کو کچھ علم نہیں کہ زندہ بھی رہے گا یا نہیں؟

جو دن گزر چکا ہے اس سے نصیحت اور عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ موجودہ دن کو غنیمت جاننا چاہئے اور آئندہ کا دن خطرے کا دن ہے یعنی شاید وہ دن آئے یا نہ آئے۔ یہی حال ان تینوں مہینوں کا ہے۔ رجب گزر جاتا ہے اور رمضان کا انتظار ہوتا ہے، یہ کسی کو علم نہیں کہ اس ماہ کے آنے تک زندہ رہے گا یا نہیں۔ شعبان ان دونوں کے درمیان ہے، اس مہینہ کے آنے پر خدا کی عبادت اور اطاعت غنیمت جانو۔

حضرت رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو نصیحت فرمائی کہ پانچ چیزوں سے پہلے پانچ چیزیں غنیمت جانو۔ بڑھاپے سے قبل جوانی، بیماری سے قبل تندرستی، فقیری سے پہلے تونگری (مالداری) مصروفیت سے قبل فراغت اور موت سے قبل زندگی۔

(غنیۃ الطالبین: ص ۳۵۷)

شعبان اور صحابہ کرامؓ کا عمل

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بزرگ اصحابؓ شعبان کا چاند دیکھ کر قرآن کریم (زیادہ) پڑھا کرتے تھے، مسلمان اپنے مال سے زکوٰۃ بھی نکالا کرتے تھے تاکہ غریب اور مسکین لوگ فائدہ اُٹھا سکیں اور ماہِ رمضان المبارک کے روزے رکھنے کیلئے انکا کوئی وسیلہ بن جائے۔ حاکم لوگ قیدیوں کو بلا کر ان میں سے جو حد (سزا) جاری کرنے کے لائق ہوتے تھے، ان پر حد جاری کرتے تھے، باقی قیدی رہا کرتے تھے۔ کاروباری لوگ بھی اسی ماہ میں اپنا قرض ادا کیا کرتے تھے، اور دوسروں سے جو کچھ وصول کرنا ہوتا تھا وصول کرلیا کرتے تھے۔ ماہ رمضان کا چاند نظر آنے پر لوگ غسل کرتے اور اعتکاف میں بیٹھ جاتے تھے۔ (غنیۃ الطالبین: ص ۳۵۶)

بہترین انتخاب

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا فرمان ہے ﴿وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَاءُ﴾ (پارہ:۲ رکوع ۱۰) اللہ جس چیز کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس چیز کو چاہے برگزیدہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی پیدا کردہ چیزوں میں سے چار چیزیں چن لیں (منتخب کرلیں) پھر ان میں میں سے ایک کو منتخب کرلیا۔ سب فرشتوں میں چار کو برگزیدہ کیا یعنی جبرائیلؑ، اسرافیلؑ، میکائیلؑ اور عزرائیلؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو، چنانچہ ان میں سے حضرت محمد ﷺ کو منتخب کرلیا۔ صحابہ کرامؓ میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمان اور حضرت علیؓ کو چن لیا۔ پھر ان میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو برگزیدہ کیا۔ مسجدوں میں مسجدِ حرام مسجدِ اقصیٰ، مسجد مدینہ یعنی مسجد نبوی ﷺ، مسجد طور سینا کو چنا گیا، پھر ان میں سے مسجدِ حرام کو برگزیدہ کیا گیا۔

دنوں میں سب سے بہتر عید الفطر، عید الاضحیٰ، عرفہ اور عاشورہ کے دن ہیں، پھر ان میں سے عرفہ (دس ذی الحجہ) کو دوسرے دنوں پر ترجیح دی گئی۔ راتوں میں شب براءت، شب قدر، شب جمعہ، شب عید پسند فرمائیں، پھر ان میں سے شب قدر کو سب پر فضیلت دی۔

مکہ، مدینہ، بیت المقدس اور مساجد العشار چار مقامات کو بزرگی دی، پھر ان میں سے مکہ کو افضلیت بخشی، پہاڑوں میں سے چار پہاڑوں کو چن لیا، احد، سینا ولکام اور لبنان، اور ان چاروں میں سے طور سینا کو پسند کیا۔

دریاؤں میں ان چار کو فضیلت دی، جیحون، سیحون، فرات اور نیل۔ پھر ان میں سے فرات کو افضل قرار دیا۔ مہینوں میں رجب، شعبان، رمضان اور محرم کو بزرگی دی پھر ان میں سے شعبان کو ترجیح دی دوسرے مہینوں پر، شعبان کو پیغمبر ﷺ کا مہینہ قرار دیا یعنی جس طرح آنحضرت ﷺ سب پیغمبروں سے افضل ہیں، اسی طرح یہ شعبان کا مہینہ بھی دوسرے مہینوں سے افضل ہے۔ (غنیۃ الطالبین: ص ۳۵۵)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا شعبان میرا مہینہ ہے، رجب اللہ کا مہینہ ہے، رمضان میری امت کا مہینہ ہے، اور شعبان گناہ سے دور کرنے والا ہے،

رمضان کا مہینہ آدمی کو پاک صاف کرتا ہے۔ (گناہوں سے)۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ شعبان، رجب اور رمضان کے درمیان ایک ایسا مہینہ ہے جس کی بزرگی کا لوگوں کو علم نہیں، اس مہینہ میں لوگوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچائے جاتے ہیں، لہٰذا میری خواہش ہے کہ جب میرے اعمال لے جائے جائیں تو اس وقت میں روزہ سے ہوں۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، رجب دوسرے مہینوں پر وہی بزرگی رکھتا ہے جو قرآن مجید دوسری تمام کتابوں پر۔ اسی طرح شعبان کی بزرگی دوسرے مہینوں پر اسی طرح ہے، جس طرح مجھے تمام نبیوں پر بزرگی دی گئی ہے۔ رمضان کی بزرگی باقی مہینوں پر ایسی ہے جیسی سارے مخلوقات پر اللہ تعالیٰ کی بزرگی۔
(غنیۃ الطالبین: ص ۳۵۵)

فضائل شب برأت

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ چار راتیں ایسی ہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ سب لوگوں پر نیکیوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ عیدالاضحیٰ، عیدالفطر، شعبان کی درمیانی رات اور عرفہ کی رات۔ ان میں اللہ تعالیٰ لوگوں کی عمریں، ان کا رزق اور ان کے حج کے بارے میں احکام لکھ دیتا ہے۔
(غنیۃ الطالبین: ص ۳۶۲)

شب برأت کو بھی ''مبارک'' اسی لیے کہا گیا ہے کہ اس رات میں لوگوں پر رحمت اور برکت اور اللہ تعالیٰ کی بخشش نازل ہوتی ہے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ شعبان کی درمیانی رات میں دنیا کے آسمانوں کی طرف حکمِ الٰہی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو بخش دیتا ہے، مگر شرک، کینہ رکھنے والے، قطع رحمی کرنے والے اور زانیہ کو نہیں بخشتا۔ (غنیۃ الطالبین: ص ۳۵۹)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا گیا ہے کہ روزوں میں بہتر روزے کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا شعبان کے روزے، رمضان المبارک

کے روزوں کی تعظیم کے لیے۔

حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے نزدیک شعبان کا مہینہ زیادہ بہتر ہے، کیونکہ یہ رمضان المبارک کے قریب ہے۔

حضرت عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''جو شخص شعبان کے آخری دن دوشنبہ کو روزہ رکھے، اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔ یعنی اس ماہ کا آخری دوشنبہ نہ کہ اس مہینے کا آخری دن، اس لیے کہ رمضان سے ایک دو دن پہلے (عام لوگوں کے لیے) روزہ رکھنا منع ہے۔

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''اس کا نام شعبان اسلئے پڑا کہ اس میں بہت سی نیکیاں تقسیم کی جاتی ہیں اور رمضان نام اسلئے پڑا کہ اس میں سارے گناہ جلا دیئے جاتے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین: ص ۳۵۴)

خصوصیاتِ شبِ براٗت

شب براٗت کی یہ خصوصیت ہے کہ اس رات میں مغرب کے بعد ہی سے حق تعالیٰ شانہٗ کی تجلیات و توجہات کا آسمان دنیا پر نزول ہوتا ہے اور عام اعلان ہوتا ہے کہ کیا کوئی استغفار کرنے والا ہے کہ میں اس کی مغفرت کروں۔ کیا کوئی رزق مانگنے والا ہے کہ میں اس کو رزق دوں، کیا کوئی مصیبت زدہ ہے کہ میں اس سے نجات دوں۔ کیا کوئی ایسا ہے؟

غرض تمام رات اسی طرح دربار رہتا ہے اور عام بخشش کی بارش ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ فجر (صبح صادق) ہو جاتی ہے اور دربار برخاست ہو جاتا ہے۔

اس قسم کا دربار اگرچہ تمام سال ہر رات کو ہوتا ہے، مگر وہ آخری تہائی رات کے وقت سے مخصوص ہے، اس رات کی یہ فضیلت ہے کہ دربار غروبِ آفتاب کے بعد ہی سے شروع ہو جاتا ہے اور فجر کے وقت تک رہتا ہے۔ یہ وہ رات ہوتی ہے جس میں رحمتیں تقسیم ہی نہیں کی جاتی بلکہ صحیح معنی میں لٹائی جاتی ہیں۔ مگر افسوس کہ اب کتنے خوش قسمت ہیں جو اس لوٹ سے حصہ لیتے ہیں، شاید فی صد ایک دو بھی نہ ہوں؟

اس ماہ کے دیگر خصائص میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس مہینہ میں آئندہ

سال مرنے والوں کا پروانہ حیات چاک کردیا جاتا ہے، اس لیے بھی ضرورت ہے کہ اس ماہ میں خصوصیت کے ساتھ نیک اعمال کیے جائیں تاکہ زندگی کا فیصلہ ہوتے وقت وہ ایک نیک کام میں مشغول ہو۔

حضور اکرم ﷺ سے حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ آپ شعبان میں بہت زیادہ روزے رکھتے ہیں، اسکی کیا وجہ ہے؟ تو حضور ﷺ نے یہ ہی جواب دیا کہ حق تعالیٰ اس مہینہ میں آئندہ سال مرنے والوں کے نام تحریر فرماتے ہیں میں یہ چاہتا ہوں کہ میری وفات کا نوشتہ ایسے وقت میں لکھا جائے جبکہ میں روزہ دار ہوں۔ اس سے اشارۃً یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ جس شخص کا نوشتہ وفات ایسے وقت میں لکھا جائے گا کہ وہ کسی اچھے کام یعنی عبادت میں مشغول ہو تو فضل خداوندی سے قوی امید ہے کہ اس شخص کی موت بھی اچھی حالت میں ہوگی، انشاء اللہ تعالیٰ اس کا خاتمہ بخیر و خوبی ہوگا (فضائل الایام والشہور: ص۱۰۴)

امتحان کا وقت

(عن اسامہ بن زیدؓ قال قال رسول اللہ ﷺ شعبان شہری و رمضان شہر اللہ)

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے۔

تشریح: شعبان کو رسول اللہ ﷺ اپنا مہینہ فرما رہے ہیں، اس مہینہ کو اپنی جانب منسوب فرماتے ہیں۔ اس کے بعد شعبان کے دیگر فضائل کے بیان کی ضرورت باقی نہیں رہتی کیونکہ جو مہینہ حضور ﷺ کا ہوگا، اس کی عظمت، اس کی فضیلت و بڑائی معلوم ہے۔ اس ماہ کی ایک یہ بھی خصوصیت ہے کہ اس مہینہ میں حق تعالیٰ کے سامنے تمام بندوں کے سال بھر کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ "شعبان کا مہینہ جو رجب کے درمیان ہے لوگ اس سے غافل ہیں اس میں حق تعالیٰ کے سامنے بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں چنانچہ میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال روزہ دار ہونے کی حالت میں پیش کیے جائیں"۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)۔

ہم نے عام مدرسوں اور کالجوں وغیرہ میں دیکھا ہے اور جس کا جی چاہے دیکھے

دیکھتا ہے کہ جب سال قریب الختم ہوتا ہے اور تمام سال کی تعلیم کا جائزہ (امتحان) لینے کا وقت قریب آجاتا ہے تو کم محنت سے کم محنت اور بد شوق سے بد شوق طالب علم بھی کتابوں کی ورق گردانی و تکرار و مطالعہ میں مشغول ہو جاتا ہے غرض یہ انسانی فطرت ہے کہ جب کسی چیز کے جائزہ لینے کا وقت آتا ہے فطرۃً ہر آدمی کو اس کی طرف توجہ کرنا پڑتی ہے۔

یہی حال اعمال کا ہے۔ یہ دنیا انسانوں کی دائمی قیام گاہ نہیں ہے، انسان کو اس میں ہمیشہ قیام کرنا نہیں، بلکہ ایک ہوٹل یا سرائے ہے کہ ایک دو روز کیلئے یا چند روز کیلئے اس میں مسافرانہ قیام کر لیا جاتا ہے۔ (الدنیا مزرعة الاخرة) کا مشہور مقولہ تو آپ نے بھی سنا ہوگا۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ انسان کو حق تعالیٰ نے کچھ روز کے لیے دنیا میں امتحاناً بھیج دیا ہے کہ دیکھیں یہ کیسے اعمال کرتا ہے، یہ اپنی عاقبت سنوارتا ہے یا بگاڑتا ہے، پھر یہ بھی نہیں کہ اللہ نے انسان کو دنیا میں بھیج کر آزاد چھوڑ دیا ہو، نہیں بلکہ ہر سال اس کے گذشتہ اعمال کی جانچ پڑتال کی جاتی ہے اور آئندہ سال کے لیے (ہماری اصطلاح میں) اس کا بجٹ منظور کیا جاتا ہے۔

شعبان کا مہینہ امتحان کا مہینہ ہے، اس میں تمام سال کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور ان پر آئندہ کے احکام صادر کیے جاتے ہیں۔ گذشتہ حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے اس نکتہ کی طرف امت کی راہنمائی فرمائی ہے کہ یہ مہینہ ہمارے اعمال کے جائزہ لینے کا ہے اس لیے ان میں خصوصی طور پر اس مہینہ میں نیک اعمال کرنا چاہئیں اور بالکل اسی طرح جیسے تم عام امتحانوں میں کیا کرتے ہو اس امتحان میں بھی گذشتہ کوتاہیوں کی تلافی اور امتحان کی پوری تیاری کر لینا چاہئے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہی نہیں بلکہ خود کر کے دکھا بھی دیا اور عملی نمونہ بن کر ہمارے لیے ایک نیک مثال قائم فرما دی۔

چنانچہ مجموعہ احادیث کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ جس قدر شعبان میں کثرت سے روزے رکھتے تھے رمضان کے علاوہ اور کسی دوسرے مہینہ کو یہ خصوصیت حاصل نہیں تھی، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ تمام شعبان میں روزے رکھتے تھے یہاں تک کہ رمضان آجاتا تھا اور ۰۰ بارہ رمضان المبارک کے روزے شروع فرما دیتے تھے۔

ہاں امت کو اس ماہ کی خیر و برکت سے بالکل ہی محروم نہ رہنے کے لیے اس کی اجازت دی جائے گی کہ شعبان کے نصف اول میں روزے رکھ لیا کریں اور نصف آخر میں آرام کرلیں کہ رمضان کے روزوں کے لیے تازہ دم ہو جائیں۔ پورے شعبان کے روزے رکھنے کی ممانعت کی وجہ بظاہر ضعف کا خوف ہے کہ رمضان کے روزوں میں اس کی وجہ سے کوتاہی نہ ہو، لہٰذا اگر کوئی قومی اور توانا ہو اور اس کی صحت اچھی ہو کہ دو ماہ کے مسلسل روزوں سے اس کی صحت و قوت پر کوئی اثر نہ پڑے تو اس کی اجازت بھی دے دی جائے گی کہ شعبان اور رمضان کے مسلسل روزے رکھے۔ حضورﷺ کے قول اور عمل میں کوئی تعارض نہیں ہے، قول امت کے لیے اور عمل اپنے لیے۔ (فضائل ایام والشہور: ص ۱۰۳)

شب برأت کیا ہے؟

امت کے دیئے ہوئے عقیدۂ توحید کی رو سے زمانہ کی ہر ساعت، گھڑی، وقت اور شب و روز کا ہر لمحہ مبارک اور بہتر ہی ہے اور کسی ساعت اور لمحہ میں نحوست اور شر کا تصور رکھنا اسلام کے خلاف ہے۔ کیونکہ حضورﷺ نے حدیث قدسی کی وساطت سے اس حقیقت کا انکشاف فرمایا کہ ”زمانہ کی ساعت کو ناپسندیدہ اور برا کہنا ممنوع ہے کہ زمانہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی شان کا نام ہے، البتہ برکت و سعادت اور فضیلت و برتری کے اعتبار سے کسی مہینہ کو کسی مہینہ پر، بعض دنوں کو دوسرے دنوں پر یا بعض ایام کو دوسرے ایام پر اور بعض راتوں کو دوسری راتوں پر حتیٰ کہ بعض ساعتوں کو دوسری ساعتوں پر فوقیت اور برتری حاصل ہے اور اس قسم کی فوقیت و فضیلت کی خبر قرآن و حدیث کے ذریعہ دی گئی ہے، جن کی فضیلت و برتری اور خواص قرآن شریف میں بیان کیے گئے اور ارشادات نبویﷺ میں بھی۔ اس میں ایک شب معراج، دوسری شب برأت اور تیسری شب قدر ہے اور عیدین کی راتیں، قرآن کریم نے شب برأت کو لیلۃ المبارکہ کہا ہے جس کو حدیث میں لیلۃ البرأت فرمایا گیا ہے، اور ہماری اصطلاح میں یہ مبارک رات شب برأت کے نام سے مشہور ہے، برأت کے معنی عربی زبان میں رہا ہونے اور نجات پانے کے آتے ہیں، اور یہ رات ایسی ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی تعداد میں انسانوں کے گناہ اور ان کی خطائیں معاف کر کے عذاب جہنم سے

بری قرار دیا جاتا ہے اس لیے اس رات کا نام ہی لیلۃ البرأت اور شب برأت قرار پا گیا ہے۔

دوسرے یہ کہ اس رات میں انسانی زندگی اور اس کی ضروریات سے متعلق ایک سال مہمات امور کا فیصلہ کیا جاتا ہے، اور یہ مبارک رات شعبان کی پندرھویں رات ہے جو چودہ تاریخ کی شام سے شروع ہوتی ہے اور صبح صادق تک رہتی ہے۔

جہاں تک شب برأت کا تعلق ہے عید، بقرعید کی طرح یہ کوئی تہوار نہیں ہے اس کی شرعی حیثیت صرف اس قدر ہے کہ شب برأت ایک مقدس رات ہے، اس رات میں آنحضرت ﷺ روزمرہ سے زیادہ عبادت فرمائے تھے، مردوں کی دعائے، مغفرت کے لیے قبرستان تشریف لے جاتے تھے اور دوسرے دن روزہ رکھتے تھے، یہی شب برأت منانے کا اصل طریقہ ہے کہ اس رات زیادہ سے زیادہ عبادت کر کے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہیں اور قبرستان جا کر سنت طریقہ کے مطابق اپنے آباء، واجداد، اعزاء واقرباء اور عامۃ المسلمین ومسلمات کے لیے دعائے مغفرت کریں اور اگلے دن روزہ رکھیں۔

(محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

حضرت جبرائیلؑ کی آمد: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”شعبان کی درمیانی رات میں جبرائیلؑ میرے پاس تشریف لائے اور کہا اے محمد (ﷺ) اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاؤ، میں نے سر اٹھایا (آسمان کی طرف دیکھا) جنت کے سب دروازوں کو کھلا ہوا پایا، پہلے دروازہ پر ایک فرشتہ کھڑا پکار رہا تھا کہ جو شخص اس رات میں رکوع کرتا ہے (نماز پڑھتا ہے) اسے خوش خبری ہو، دوسرے دروازہ پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا کہ جو شخص اس رات میں سجدہ کرتا ہے اسے خوشخبری ہو، تیسرے دروازے پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا جس نے اس رات میں دعاء کی اسے خوش خبری ہو، چوتھے دروازے پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا کہ جس نے اس رات میں ذکر کیا اسے خوش خبری ہو، پانچویں دروازے پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا کہ جس نے اس رات میں خدا کے خوف سے زاری کی (یعنی رویا) اسے خوش خبری ہو، چھٹے دروازے پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا کہ اس رات میں تمام مسلمانوں کو خوشخبری ہو، ساتویں دروازے پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا کہ اگر کسی کو کوئی سوال کرنا ہے تو کرے، اس کا سوال

پورا کیا جائے گا۔ آٹھویں دروازے پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا کہ کوئی ہے جو بخشش کی درخواست کرے، اس کی درخواست قبول کی جائیگی۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا، یہ دروازے کب تک کھلے رہیں گے؟ انہوں نے جواب دیا پہلی رات سے صبح ہونے تک کھلے رہیں گے، پھر فرمایا اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ اس رات (شعبان کی پندرہویں) میں دوزخ کی آگ سے اتنے بندوں کو نجات دیتا ہے، جتنے قبیلہ کلب کی بکریوں کے بال ہیں۔ (غنیۃ الطالبین: ص ۳۶۲)

(عرب میں ہر قبیلہ میں بہت سی بکریاں ہوتی تھی لیکن بنی کلب میں سب سے زیادہ بکریاں تھیں۔ ان تمام بکریوں کے جسم پر جتنی تعداد میں بال تھے، ان سے کہیں زیادہ تعداد میں اللہ تعالیٰ لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں، مطلب تعداد کی زیادتی بیان کرنا ہے کہ ایک بکری کے جسم پر کتنے بے شمار بال ہوتے ہیں اور پھر ان کثیر تعداد بکریوں کے جسم پر کتنے بے حساب بال ہونگے ان سے بھی بڑھ کر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو معاف فرماتے ہیں)۔

(محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

شبِ براءت مبارک کیوں؟

جو رات آنے والی ہے یعنی پندرہویں شب شعبان، اس کے خاص فضائل آئے ہیں اس لحاظ سے اس کو مبارک کہنا درست ہے، گو احادیث میں مبارک کا لفظ نہیں آیا اگرچہ قرآن میں لفظ ''مبارکہ'' آیا ہے۔ مگر یہ تفسیر خود محتمل ہے مگر یہ احتمال اس لقب میں مضر نہیں کیونکہ برکت کی حقیقت ہے کثرتِ نفع، اگر کسی چیز کا کثیر النفع ہونا ثابت ہو جائے تو اس کو مبارک کہنا صحیح ہوگا، پس احادیث میں جو فضائل اس رات کے آئے ہیں جب ان سے کثیر النفع ہونا معلوم ہوتا ہے تو اس کو مبارک کہنا صحیح ہوگا۔ گو مبارک کا لفظ نہ آیا ہو۔ لیکن قرآن شریف میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:۔ ﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ () فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ()﴾ (الدخان: پارہ ۲۵)

ترجمہ: ہم نے اس (قرآن) کو ایک برکت والی رات میں اتارا ہے، بیشک ہم ڈرانے والے ہیں، اسی رات کو ہر امر محکم کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

یعنی یہ بھی ایک برکت ہے کہ اس شب میں تمام امور (کاموں) کا فیصلہ ہوجاتا ہے، تمام امور میں سب چیزیں آگئیں صرف نماز وروزہ ہی نہیں بلکہ دنیوی امور بھی اس میں داخل ہیں۔ مثلاً اس کھیت میں اتنا اناج پیدا ہوگا، جنگ ہوگی، فتح ہوگی یا شکست ہوگی، اتنا پانی برسے گا (موت وحیات، شادی وبیاہ وغیرہ) غرض سب امور کا فیصلہ وانتظام ہوتا ہے، یہ سب انتظام برکت میں داخل ہوگیا۔ پس ایک قسم تو برکت کی یہ ہے، دوسری قسم برکت کی دینی ہے جو احادیث میں مذکور ہے کہ جب شعبان کی پندرہویں شب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اول شب سے آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں۔ یہ خصوصیت اس رات میں بڑھی ہوئی ہے (کیونکہ ہرروز نصف شب کے بعد خدا تعالیٰ آسمانِ دنیا پر تجلی فرما کر بندوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں) یعنی اور راتوں میں نصف شب کے بعد نزول الٰہی ہوتا ہے اور اس شب میں شروع ہی سے نزول فرماتے ہیں، یہ بھی وجہ برکت میں سے ایک ہے، اس کی قدر وہی کرے گا جس میں محبت کا مادہ ہوگا کیونکہ اس کو ایک ایک لمحہ غنیمت معلوم ہوگا، وہ تو محبوب کی طرف سے پانچ منٹ بڑھادینے کو بھی بہت غنیمت سمجھے گا اور یہاں (شب برأت وشب قدر میں) پوری رات ملتی ہے تو یہاں اضافہ اصل سے بھی زیادہ ہوگیا ہے، مجموعہ دونوں سے بڑھ گیا۔ (التبلیغ: ص ۲۶، جلد ۸، از مولانا تھانویؒ)

شب برأت میں نظام خداوندی

حضرت عکرمہ ابن عباسؓ سے اللہ تعالیٰ کے قول ’’اور اس رات میں تمام مضبوط کام جدا کیے جاتے ہیں‘‘ کی تفسیر میں یہ منقول ہے کہ اس آیت میں جس رات کا ذکر ہے وہ شعبان کی درمیانی رات ہے، اس رات میں اللہ تعالیٰ سال کے کاموں کی تدبیر کرتا ہے، مرنے والے لوگ زندہ لوگوں سے الگ کردیئے جاتے ہیں (جن لوگوں کو اس سال مرنا ہوتا ہے، ان کے نام الگ کردیئے جاتے ہیں، گویا ان کی فہرست اس رات میں تیار کرلی جاتی ہے)۔ جو لوگ حجِ بیت اللہ شریف کرنے والے ہوتے ہیں ان کے نام بھی الگ کردیئے جاتے ہیں اس میں ذرا کمی وبیشی نہیں ہوتی۔

حکیم ابن کیسانؒ کا کہنا ہے کہ شعبان کی درمیانی رات میں اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر نگاہ

کرتا ہے اوراس رات میں وہ جسے پاک کرتا ہے وہ اگلے سال کی وہی رات آنے تک اسی طرح پاک رہتا ہے۔

عطاء بن یسارؒ سے روایت ہے کہ شعبان کی درمیانی رات میں لوگوں کے سال بھر کے اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہوتے ہیں۔ اور ایک شخص سفر کے لیے نکلتا ہے، یا ایک شخص نکاح کرتا ہے، حالانکہ وہ زندوں کی جماعت سے نکال کر مردوں کی جماعت میں لکھ دیا جاتا ہے۔ (یعنی آدمی کا ارادہ و پلاننگ کیا کیا ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی موت لکھی ہوتی ہے)۔ (غنیۃ الطالبین: ص۳۶۱)

فرشتوں کی عیدیں

جس طرح زمین پر مسلمانوں کی دو عیدیں ہیں، اسی طرح آسمان پر فرشتوں کی بھی دو عیدیں ہوتی ہیں، مسلمانوں کی عیدیں عیدالفطر (یکم شوال) اور عیدالاضحیٰ (دس ذی الحجہ) کے دن ہوتی ہیں اور فرشتوں کی عیدیں شب براَت اور شب قدر میں ہوتی ہیں۔

فرشتوں کی عیدیں رات میں اس کے لیے ہوتی ہیں کہ وہ سوتے نہیں، مسلمان چونکہ سوتے ہیں اس لیے ان کی عیدیں دن میں ہوتی ہیں۔ (غنیۃ الطالبین: ص۳۶۳)

موت وحیات کے فیصلہ کی رات

(وعن عائشة ان النبی ﷺ قال هل تدرين مافی هذه الليلة يعنی ليلة......من شعبان قالت مافيهايارسول الله فقال فيهاان يكتب كل مولودنبی ادم فی هذه السنة وفيهاان يكتب كل هالک من بنی آدم فی هذه السنة وفيهاترفع اعمالهم وفيهاتنزل ارزاقهم، فقلت يارسول الله مامن احد يدخل الجنة الابرحمة الله تعالیٰ فقال مامن احد يدخل الجنة الابرحمة الله تعالیٰ ثلاثا قلت ولاانت يارسول الله فوضع يده علی هامته فقال ولاانا الاان يتغمرفی الله من برحمة يقولهاثلاث مرات. رواه البيهقي في الدعوات الكبير.)

ترجمہ: اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ سرتاج دو عالم ﷺ نے

(مجھ سے) فرمایا کہ "کیا تم جانتی ہو کہ اس شب میں یعنی شعبان کی پندرہویں شب میں کیا ہوتا ہے؟" میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے معلوم نہیں، آپ ﷺ ہی بتایئے کہ کیا ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا بنی آدم کا ہر وہ شخص جو اس سال پیدا ہونے والا ہوتا ہے لکھدیا جاتا ہے اور بنی آدم میں ہر وہ شخص جو اس سال مرنے والا ہوتا ہے اس رات میں لکھا جاتا ہے۔ اس رات میں بندوں کے اعمال (اوپر) اٹھالیے جاتے ہیں اور اسی رات میں بندوں کے رزق اترتے ہیں۔"

حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔" آپ ﷺ نے یہ الفاظ تین مرتبہ فرمائے میں نے عرض کیا "اور نہ آپ یا رسول اللہ! (یعنی آپ ﷺ بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہونگے؟) آنحضرت ﷺ نے اپنا دست مبارک (ہاتھ) سر مبارک پر رکھا اور فرمایا" اور نہ میں! (یعنی میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہونگا)۔ یہ الفاظ بھی آپ ﷺ نے تین بار فرمائے۔

تشریح: دنیا میں جتنے بھی انسان پیدا ہونگے یا وفات پائینگے ان سب کی پیدائش اور موت کے بارے میں بہت پہلے ہی عمومی طور پر لوح محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے، مگر ہر شعبان کی پندرہویں شب میں پھر دوبارہ ان لوگوں کی پیدائش اور موت کا وقت لکھ دیا جاتا ہے جو اس سال پیدا ہونے والے ہیں یا مرنے والے ہوتے ہیں۔

"اعمال اٹھائے جاتے ہیں" کا مطلب یہ ہے کہ اس سال میں بندہ سے جو بھی نیک و صالح اعمال سرزد ہونے والے ہونگے وہ اسی رات میں لکھدیے جاتے ہیں جو ہر روز صادر ہونے کے بعد بارگاہ رب العزت میں اٹھائے جائینگے۔

"رزق اترنے" سے مراد رزق کا لکھا جانا ہے یعنی اس سال جس بندہ کے حصہ میں جتنا رزق آئے گا اس کی تفصیل اس شب لکھی جاتی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں منقول ہے کہ "اس شب میں موت اور رزق لکھے جاتے ہیں اور اس سال میں حج کرنے والے کا نام (بھی) اس شب (پندرہویں شعبان کی) میں لکھا جاتا ہے"۔

جب حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سنا کہ وہ اعمال صالحہ جو سال بھر میں بندہ سے سرزد ہونے والے ہوتے ہیں اور کرنے سے پہلے ہی لکھ دیئے جاتے ہیں تو وہ سمجھیں کہ جنت میں داخل ہونے کا دارومدار محض تقدیر اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر ہے، دخول جنت عمل پر موقوف نہیں ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا (یارسول اللہ ما من احد یدخل) الخ

اس کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ”بے شک جنت میں داخل ہونا تو محض اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل پر موقوف ہے وہ جسے چاہے اپنے فضل وکرم سے جنت میں داخل کرے اور جسے چاہے نہ داخل کرے“۔

آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد گرامی قرآن شریف کی اس آیت کے خلاف نہیں ہے: ﴿أَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ یعنی یہ جنت وہ ہے، جو تمہیں اس چیز کے بدلہ میں دی گئی ہے جو تم کرتے تھے (یعنی دنیا میں جو اعمال کرتے تھے)

(پارہ: ۸ رکوع: ۱۲)

کیونکہ اعمال تو جنت میں داخل ہونے کا ظاہری سبب ہیں مگر جنت میں داخل ہونے کا حقیقی سبب تو اللہ جل شانہٗ کا فضل وکرم اور اس کی رحمت ہی ہے نہ کہ اعمال نیک۔ پھر یہ کہنا کہ یہ نیک اعمال بھی تو اللہ تعالیٰ ہی کی رحمت ہیں۔ اگر کسی بندے کے ساتھ خدا کی توفیق شامل حال نہ ہو اور اس کے فضل وکرم اور اس کی رحمت کا سایہ اس پر نہ ہو تو وہ نیک اعمال کیسے کر سکتا ہے؟

نیک وصالح اعمال تو بندہ جب ہی کرتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی رحمت بندہ کی رہنمائی کرتی رہے۔ لہٰذا اس طرح بھی یہی کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہونا تو محض پروردگار عالم کی رحمت پر موقوف ہے۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ ”جنت میں داخل ہونا تو محض اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سبب ہے اور جنت میں درجات کی بلندی اعمال کے تفاوت پر موقوف ہے یعنی بندہ جنت میں داخل تو اللہ کی رحمت کی وجہ سے ہوگا ہاں اعمال کی کارفرمائی اس درجہ کی ہوگی جس بندہ کے نیک اعمال جس درجہ کے ہونگے جنت میں اس کے مطابق درجہ ملے گا۔ (مظاہر حق جدید: ۲۰۰، ج ۲)

سال بھر کے بجٹ کی منظوری کی شب

(فقال فیھاان یکتب کل مولود بنی آدم فی ھذہ السنة وفیھاان یکتب کل ھالک من بنی آدم فی ھذہ السنة وفیھاترفع اعمالھم وفیھاتنزل ارزاقھم)

(مشکوۃ شریف مظاہر حق: ص۱۹۹، ج۲)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "بنی آدم کا ہر وہ شخص جو اس سال میں پیدا ہونے والا ہوتا ہے اس رات میں لکھ دیا جاتا ہے، بنی آدم کا ہر وہ شخص جو اس سال مرنے والا ہوتا ہے اسی رات میں لکھ دیا جاتا ہے اس رات میں بندوں کے اعمال (اوپر) اٹھائے جاتے ہیں اور اسی رات میں بندوں کے رزق اترتے ہیں۔

تشریح: دنیا بھر کی حکومتوں میں یہ دستور ہے کہ وہ اپنے وسائل اور پالیسی کے مطابق آمدنی واخراجات کا بجٹ ایک سال پہلے ہی تیار کر لیتی ہیں، ان کی پارلیمان اور وزراء کے اجلاسوں کی میٹنگ میں اس بجٹ پر مہینوں بحث ہوتی ہے، یہ بجٹ اپنی حکومت کے اغراض ومقاصد کا آئینہ دار بھی ہوتا ہے اور اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ آنے والے سال میں ترقی کی کن منازل کو طے کرنا ہے۔

بعینہٖ شعبان کی چودہویں اور پندرہوں تاریخوں کے درمیان ہر سال خالقِ کائنات اپنی وسیع تر مملکت دنیا کے بجٹ کا اعلان کرتا ہے اور یہ بجٹ زندگی کے ہر زاویئے پر محیط ہوتا ہے۔ اس رات میں یہ بھی فیصلہ ہوتا ہے کہ آنے والے سال میں کتنے لوگوں کو دنیا میں بھیجنا ہے اور کتنے لوگوں کو ان کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کرنے کے بعد واپس بلایا جائے گا۔ کتنا خرچ کرنے کی اجازت ملے گی اور کس سے کتنا کچھ واپس لے لیا جائیگا۔

شعبان کی پندرہویں شب میں عالم بالا میں حکیم وخبیر ودانا ومدبر کے حکم کے مطابق دنیا والوں کے لیے جو روز ازل میں فیصلے کیے گئے تھے ان میں سے ایک سال کا جامع بجٹ کارکنانِ قضاء وقدر یعنی خاص مقرب فرشتے حضرت جبرائیل، میکائیل، حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیلؑ کے سپرد کر دیا جاتا ہے، اس دنیا میں سب کچھ وہی ہوتا ہے جو فرشتوں کو پیش کیا جاتا ہے۔

درخواست کی پیشی کا وقت

آپ نے دیکھا یا سنا ہوگا کہ جن دنوں بجٹ تیار ہو رہا ہوتا ہے ملک کے متعلقہ طبقے اپنے اپنے مطالبات و درخواستیں حکومت تک پہنچاتے ہیں اور اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے حاضر ہو کر استدعا کرتے ہیں۔ اسی طرح جب خالق کائنات اپنا بجٹ تیار کرتے ہیں تو اس کے بندے اس کے سامنے اپنی ضروریات اور اپنی آرزؤں کو پیش کرتے ہیں اور جس طرح حکومتیں اپنے عوام کے مطالبات کو ملحوظ رکھ کر بجٹ میں ترمیم کر لیتی ہیں اسی طرح رب العالمین اپنے بندوں کی دعاؤں کو سن کر اپنے بجٹ میں ترمیم فرما لیتے ہیں۔ اسی لیے تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

(وعن علی رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اذا کانت لیلة النصف من شعبان فقوموا لیلها وصوموا یومها فان الله تعالیٰ ینزل فیها. بغروب الشمس الی السماء الدنیا فیقول الا من مستغفر فاغفر له الا مسترزق فارزقه الا مبتلی فاعافیه الا کذا حتیٰ یطلع الفجر)(الترغیب: ص ۳۶۰، ج ۲ و تفسیر روح المعانی: ص ۱۰۲، ج)

ترجمہ: اور حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضور پُر نور ﷺ نے فرمایا کہ جب شعبان کی پندرہویں رات ہو تو اس رات میں عبادت کرو (اور اس کے بعد) والے دن میں روزہ رکھو کیونکہ اس رات کو اللہ تعالیٰ غروب آفتاب کے وقت سے ہی آسمان دنیا پر جلوۂ خاص فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا کوئی مغفرت چاہنے والا ہے کہ میں اسے بخش دوں۔ کیا کوئی مبتلائے مصیبت ہے کہ اسے عافیت دوں۔ کیا کوئی ایسا ویسا ہے اور یہ آوازیں صبح تک آتی رہتی ہیں۔

درخواست کا مضمون

دعاؤں کے علاوہ شعبان کی پندرہویں رات کو عبادت اور اگلے دن روزے رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ ہم اپنی حکومتوں کے سامنے جب کوئی درخواست پیش کرتے ہیں تو الفاظ کے انتخاب اور جملوں کی ساخت اور مضمون میں عجز و انکساری کا اظہار کرتے ہیں تو پھر

جب ہم اپنی درخواست بجٹ میں ترمیم کرانے کی، کائنات کی سب سے بڑی حکومت کے سربراہ اور مالک حقیقی اللہ رب العزت کے دربار میں پیش کررہے ہیں تو لازم آتا ہے کہ عجز وانکساری ونیازمندی کے ساتھ اسکے سامنے جھک جائیں، گڑ اگڑ کر اور اپنی کمتری اور اسکی برتری کے اظہار واعتراف کیساتھ درخواست گزار ہوں۔ ہمارا یہ گڑگڑانا ہماری یہ عاجزی رات بھر کی عبادت میں ظاہر ہوسکتی ہے۔ اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ بندہ جب اپنے خدا کے حضور پورے عجز وانکساری کیساتھ دست بہ دعاء ہوتا ہے تو رحمتِ ایزدی جوش میں آجاتی ہے اور دعاء مستجاب ہوجاتی ہے۔

اب بھی وقت ہے کہ جو کچھ ہوچکا اس کی تلافی کرلو اور جو وقت آنے والا ہے اس میں رحمتوں اور سعادتوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لو، شعبان المعظم کی جتنی مسعود، اقبال مند راتیں تم اپنی غفلت سے چھوڑ چکے ہو ان بابرکت راتوں میں آگ کا کھیل یا دیگر رسومات کرچکے ہو ان کی وجہ سے مایوس نہ ہو۔ آؤ خدا کی بارگاہ میں آؤ، اس رات ہی میں خدائے رحیم کے دربار میں آکر کوئی مغموم نہیں رہتا، احساسِ ندامت ساتھ لاؤ۔ شکستہ دل سے ندامت کے آنسو بکھیر دو، تم جلد ہی دیکھ لوگے کہ خدا تم سے خوش ہوگیا ہے اس کی رحمت آگے بڑھ کر تمہیں اپنے دامن میں چھپا لے گی۔ اب صرف ضرورت ہے خدا کی طرف دل لگانے کی، تم اگر ایک قدم آگے خدا کے راستہ میں چلوگے تو رحمتِ خداوندی دس قدم آگے بڑھے گی۔

لہٰذا اس مبارک رات میں جہاں ہم اپنے لیے اللہ سے دعا مانگتے ہیں وہیں تمام اعزاء واقارب، دوست احباب، اولیاء اللہ اور عامۃ المسلمین کے لیے بھی مغفرت کی دعاء کریں اور نئی ارواح کے لیے یعنی اولاد کے لیے بھی دعاء کریں، اور اگر ممکن ہو تو قبرستان جاکر زیارتِ قبور وایصالِ ثواب کی سنت ادا کریں اور پندرہویں تاریخ کا روزہ رکھیں۔ اور اگر یہ کچھ ممکن نہ ہوسکے تو کم از کم اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو ان گناہوں اور خرافات سے بچانے کی تو کوشش کی جائے جو اس مقدس رات میں ثواب سمجھ کر کیے جاتے ہیں۔ ﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ نَارًا﴾ (التحریم پارہ ۲۸)۔ اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے۔ (ترجمہ شیخ الہند: ص ۷۴۳)

(محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

شبِ قدر کی پوشیدگی کی حکمت

شب برأت کو ظاہر کرنے اور شب قدر کو پوشیدہ رکھنے میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت ہے کہ شب قدر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نازل ہونے اور بخشش عطا ہونے اور دوزخ سے نجات حاصل کرنے کی رات ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے چھپا کر رکھا ہے تاکہ لوگ اس رات پر ہی تکیہ وبھروسہ نہ کر بیٹھیں۔

شبِ برأت ظاہر کرنے کی حکمت

شب برأت (شعبان کی پندرہویں شب) کو اسلئے ظاہر فرمایا کہ یہ رات قضاء اور حکم، قہر اور رضاء قبولیت اور رد، قرب اور بعد، سعادت اور شقاوت، کرامت اور پرہیزگاری کی رات ہے، اس رات میں کوئی نیک بخت بنادیا جاتا ہے اور کوئی مردود قرار پاتا ہے، ایک کو نیک کاموں کی جزا دے کر کامران کردیا جاتا ہے اور دوسرے کو بُرے کاموں کے بدلہ میں خوار کردیا جاتا ہے،، ایک کو بزرگی دی جاتی ہے، دوسرے کو اس سے محروم کردیا جاتا ہے، ایک کو اجر دیا جاتا ہے، دوسرے کو دھتکارا جاتا ہے، پس بہت سے لوگ تو بازاروں میں اپنے کاروبار میں لگے ہوتے ہیں اور اللہ کے یہاں ان کے کفن تیار ہورہے ہوتے ہیں بعض کی قبریں کھودی جارہی ہوتی ہیں۔ مگر وہ دنیا میں خوشی میں لگے ہوتے ہیں اور بہت سے لوگ غرور اور ہنسی وکھیل میں مصروف ہوتے ہیں، حالانکہ وہ عنقریب ہلاک ہونے والے ہوتے ہیں

بہت سے شاندار محل اپنی تکمیل کو پہنچتے ہیں، حالانکہ ان کے مالک جلد ہی فنا ہوکر خاک میں مل جانے والے ہوتے ہیں، بہت سے لوگ ثواب کے امیدوار ہوتے ہیں مگر ان کے لیے عذاب نازل کیا جاتا ہے، بہت سے لوگ خوش خبری کی توقع لگائے ہوتے ہیں حالانکہ انھیں نقصان پہنچتا ہے، بہت سے لوگ بہشت کے امیدوار ہوتے ہیں، حالانکہ ان کو دوزخ نصیب ہوتی ہے، بہت سے لوگ وصل (ملاقات) کی امید کر رہے ہوتے ہیں حالانکہ ان کے لیے جدائی مقرر ہوتی ہے، بہت سے لوگ بادشاہت حاصل کرنے پر یقین رکھتے ہیں حالانکہ ان کے نصیب میں ہلاکت لکھی ہوتی ہے۔ (غنیۃ الطالبین: ص ۳۶۳)

شب بیداری کی چودہ راتیں

تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ سال کی ان چودہ راتوں میں جاگ کر عبادت کرنی چاہیے:۔ (۱) محرم کی پہلی رات (۲) عاشورہ کی رات (۳) رجب کی پہلی رات (۴) رجب کی درمیانی رات (۵) رجب کی ستائیسویں رات (۶) شعبان کی درمیانی رات (۷) عرفہ کی رات (۸) عیدالفطر کی رات (۹) عیدالاضحیٰ کی رات (۱۰) ماہِ رمضان کی پہلی رات (۱۱ تا ۱۴) رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتیں یعنی اکیسویں تیئسویں، پچیسویں، ستائیسویں، انتیسویں رات۔

اسی طرح اس بات پر بھی علماء کا اتفاق ہے کہ ان سترہ دنوں میں عبادت کرنا بہت زیادہ ثواب کا باعث ہے:۔ عرفہ کا دن، عاشورہ (دس محرم) کا دن، شعبان کا درمیانی دن، جمعہ کا دن، دونوں عیدوں کے دن، ذی الحجہ کے دس معلومہ دن، تشریق کے دن (ذی الحجہ کی گیارہ، بارہ اور تیرہ تاریخ۔ ان سب دنوں میں جمعہ اور رمضان کے سارے مہینہ کے بارے میں زیادہ تاکید کی گئی ہے۔

نوٹ :۔ رجب کی پہلی رات میں جاگے (عبادت کرے) اور دن میں روزہ رکھے، دونوں عیدوں کی راتوں کو قیام کرے یعنی جاگ کو عبادت کرے، مگر دنوں میں روزہ نہ رکھے۔ شعبان کی درمیانی رات میں جاگے اور دن میں روزہ رکھے اور عاشورہ کی رات میں جاگے اور دن میں (دس محرم کو) روزہ رکھے۔ (غنیۃ الطالبین: ص ۳۳۱)

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ رجب کا مہینہ برائیاں ترک کرنے کے لیے اور شعبان کا مہینہ عبادت کرنے کے لیے ہے، نیز رمضان المبارک کی کرامتوں کا منظر دیکھنے کے لیے ہے، پس جو شخص آفات (برائیوں) کو نہیں چھوڑتا اور بندگی و اطاعت اختیار نہیں کرتا، کرامتوں کا منتظر نہیں رہتا، وہ بے ہودہ کام کرنے والوں میں سے ہے۔

نیز آپؒ ہی کا ارشاد ہے کہ رجب کا مہینہ کھیتی بونے کے لیے ہے، شعبان میں اس کھیت کو پانی دیا جاتا ہے، رمضان میں اس کھیت کو کاٹ لیا جاتا ہے اور چونکہ کاٹنے والا وہی چیز کاٹتا ہے جو اس نے بوئی ہو، اس لیے آدمی جو کچھ کرتا ہے اُسی کا اجر دیا جاتا ہے، جو شخص

اپنی کھیتی کو ضائع کرتا ہے وہ کھیت کاٹنے کے وقت پشیمانی اٹھاتا ہے، اس کا انجام برا ہوتا ہے۔
(غنیۃ الطالبین: ص ۳۳۹)

ہر رات لیلۃ القدر ہے

بلکہ اگر لیلۃ القدر کو لغوی معنی کے لحاظ سے لیا جائے تو ہر رات لیلۃ القدر اور قابلِ قدر ہے، کیونکہ ہر روز نعمت ہے اور ہر رات دولت ہے، حدیث شریف میں ہے کہ ہر روز نصف شب کے بعد اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر تجلی فرما کر بندوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اور دنیا ہمارا گھر ہے اور زمین فرش ہے اور گویا آسمانِ اول دنیا کی چھت ہے اور گھر کی چھت گھر کا جز ہی کہلاتی ہے تو گویا حق سبحانہٗ تعالیٰ ہمارے گھر تشریف لاتے ہیں اور ہم کو یہ شرف نصیب ہوتا ہے کہ شہنشاہ ہر روز ہمارے گھر (آسمانِ دنیا پر) تشریف لاتے ہیں اور متوجہ ہوتے ہیں اور وعدہ فرماتے ہیں۔

ایک اور لطفِ کرم دیکھئے کہ اگر ہم کسی دوست کے دروازے پر جائیں خصوصاً مریدین کے دروازہ پر اور وہ گھر والے ہم سے بات نہ کریں تو یقیناً ان سے بیزار ہو جائیں گے، اور اگر بیزار بھی نہ ہوں تو اس قدر تو ضرور شکایۃ کہیں گے کہ ہم سے بولے کیوں نہیں، اور گھر والے سوتے ہونگے تو کہیں گے کہ ایسا بھی کیا کہ ہمارے آنے کا کچھ بھی خیال نہ کیا (غرضیکہ جتنا تعلق ہوگا اتنا ہی شکایت نامہ زیادہ) اور اگر خط کے ذریعے سے اطلاع کر دی گئی ہو کہ آدھی رات میں حاضر ہونگے تو اس صورت میں ان مریدوں کو سونے کی بھی اجازت نہ ہوگی

اور اب حق سبحانہ تعالیٰ کا معاملہ دیکھیے کہ باوجود اس کے کہ ان کے حقوق (اللہ کے) واقعی ہیں، مگر اپنی تشریف آوری کی خبر دینے کے بعد بھی تشریف لا کر ہم کو سوتا ہوا دیکھ کر بھی ناراض نہیں ہوتے، اور یہ فرماتے ہیں کہ اس بندہ نے ایک مستحب ہی تو چھوڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بے مروتی کا الزام نہیں دیتے کیا ٹھکانا ہے اس رحم کا۔

(خلاصہ مطلب مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہٗ کی تقریر کا یہ ہے کہ اگر ہم کسی دوست یا مرید کے مکان پر جائیں اور وہ نہ بولے تو ہم کتنے برہم وغصہ ہونگے، اور اللہ تعالیٰ ہمارے گھر (آسمان دنیا پر) تشریف لاتے ہیں اور ہم اس وقت پڑے سوتے رہتے ہیں مگر وہ

ہماری اس حالت کو دیکھ کر ناراض نہیں ہوتے)

اس عنایت کا تقاضا تو یہ تھا کہ ہم سب کچھ کرتے، اس لیے کہ آقا کبھی کچھ نہ کہتا ہو تو اس کے سامنے پگھل جانا چاہئے، گویا ہر شب شبِ قدر اس معنی پر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر روز ہماری طرف رحمت کے ساتھ متوجہ ہوتے ہیں۔ (التبلیغ: ص ۳۰، جلد ۱۸ از حضرت تھانویؒ)۔

شبِ برأت میں رسول اللہ ﷺ کا عمل

بعض علماء کے نزدیک اس شب کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں قبرستان جانا اور وہاں ارواحِ مسلمین کیلئے دعاءِ مغفرت کرنا اور کچھ کلام اللہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا مسنون ہے۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ (پندرہویں شعبان کو) میری باری تھی اور حضور ﷺ میرے مکان میں تشریف لائے اور کپڑے اُتارے اور ابھی پوری طرح اُتارے بھی نہ تھے کہ پھر پہن لیے، مجھ پر وہی سخت رشک سوار ہوا (جو عورتوں کو ہوا کرتا ہے) میں نے خیال کیا کہ آپ ﷺ ضرور میری کسی سوتن (دوسری بیوی) کے پاس جائیں گے، میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے نکل کھڑی ہوئی، تلاش کرتے کرتے آپ ﷺ بقیع غرقد (مقبرہ مسلمین) میں ملے۔ آپ ﷺ مؤمنین اور مؤمنات اور شہداء کیلئے استغفار فرمارہے تھے۔ تو میں نے اپنے دل میں کہا، میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، آپ ﷺ تو کس کام میں ہیں اور میں کس خیال میں ہوں، پھر وہاں سے (اُلٹے پاؤں) واپس ہو کر اپنے حجرہ میں چلی آئی، او میرا سانس پھول رہا تھا۔ اتنے میں حضور پر نور ﷺ تشریف لے آئے۔ حضور ﷺ نے دریافت کیا اے عائشہ! تم اتنا ہانپ کیوں رہی ہو؟ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں، میں نے آپ ﷺ کو موجود نہ پایا مجھے رشک نے گھیر لیا او. مجھے خیال یہ ہوا کہ آپ اس وقت میری کسی سوتن کے یہاں جائینگے، یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کو بقیع غرقد میں پایا جہاں آپ استغفار وغیرہ فرمارہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہؓ کیا تم کو یہ خوف تھا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ تم پر ظلم کریں گے۔ میرے پاس تو اس وقت جبرائیلؑ آئے اور بتایا کہ آج کی رات شعبان کی پندرہویں رات ہے، اس رات کو حق تعالیٰ بنو کلب قبیلہ کی بکریوں کے بالوں کے برابر (اس قبیلہ میں سب سے زیادہ

بکریاں تھیں) مخلوق کو جہنم سے آزاد کرینگے۔ البتہ مشرک اور کینہ ور اور قطع رحمی کرنے والے اور ٹخنہ سے نیچے لنگی (وغیرہ) پہننے والے، نیز والدین کی نافرمانی کرنے والے اور ہمیشہ شراب نوشی کرنے والے پر حق تعالیٰ نظرِ عنایت نہ فرمائیں گے۔

اسکے بعد آپ ﷺ نے کپڑے اُتارے اور فرمایا اے عائشہ! کیا تم آج رات عبادت کرنے کی اجازت دیتی ہو (کیونکہ اجازت طلب کرنے کی ضرورت اس لیے ہوئی کہ رات بھر عبادت کرنے کا معمول نہ تھا، بلکہ کچھ وقت ازواجِ مطہراتؓ کی دل جوئی اور دل جمعی وغیرہ کے لیے بھی مخصوص تھا جو اس رات نہ ہو سکا۔) میں نے غرض کیا ہاں ہاں میرے والدین آپ ﷺ پر قربان، چنانچہ آپ ﷺ کھڑے ہو گئے (اور نماز شروع فرمادی) پھر ایک لمبا سجدہ کیا حتیٰ کہ مجھے خیال ہوا کہ کہیں (خدانخواستہ) آپ ﷺ کی روح تو قبض نہیں ہو گئی، میں کھڑی ہو کر ٹٹولنے لگی اور اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے تلووں پر رکھا، آپ ﷺ میں یک گونہ حرکت ہوئی جس سے میں مسرور ومطمئن ہو گئی (زندہ ہونیکا یقین ہوا) آپ ﷺ سجدہ میں یہ پڑھ رہے تھے:۔

(اعوذ بعفوک من عقابک واعوذ برضاک من سخطک واعوذ بک منک جل وجھک لا احصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علیٰ نفسک)

ترجمہ:۔ میں تیری سزا سے تیرے عفو کی پناہ مانگتا ہوں اور تیری ناراضی سے تیری رضامندی کی اور تجھ سے (یعنی تیرے عذاب وعقاب وقہر سے) تیری ہی پناہ مانگتا ہوں، تیری ذات بزرگ وبرتر ہے، میں تیرے لائق تیری تعریف نہیں کر سکتا، تو ویسا ہی ہے جیسا تو نے خود اپنے نفس کی تعریف فرمائی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ان کلماتِ دعائیہ کا حضور اکرم ﷺ سے تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ انہیں سیکھ لو اور پھر دوسروں کو بھی سکھا دو، مجھے جبرائیلؑ نے یہ کلمات سکھائے ہیں اور فرمایا کہ میں انھیں سجدہ میں بار بار پڑھا کروں (رواہ البیہقی)

اس تفصیل سے آپ حضرات کو اس مبارک رات کا دستور العمل معلوم ہوا۔ نیز آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ ہمیں اس رات میں کیا کرنا چاہئے، کس طرح عبادت کرنی چاہئے

اور کس طرح مقبرہ میں جانا اور وہاں جا کر کیا کیا کرنا، اس کے بعد گھر آ کر بھی عبادت میں مشغول رہنا، دعاء کرنا اور اس کا طریقہ، اس کے مسنون الفاظ آپ کو سب کچھ معلوم ہو گئے ہو نگے۔ (فضائل الایام والشہور: ص ۱۱۳)

اُم المومنین عائشہؓ کی فراست

حضرت عائشہؓ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ "یا رسول اللہ ﷺ (نعوذ باللہ) خدا اور خدا کے رسول نے میرے ساتھ ظلم کا معاملہ نہیں کیا ہے، بلکہ مجھے تو خیال ہو گیا تھا کہ یا تو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یا اپنے اجتہاد سے میرے پاس سے اٹھ کر کسی دوسری کے یہاں چلے گئے ہیں۔

علامہ ابن حجرؒ حضرت عائشہؓ کے اس جواب کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ "خداونخواستہ اگر حضرت عائشہؓ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے جواب میں نعم (جی ہاں) فرما دیتیں تو معاملہ اتنا نازک تھا کہ حضرت عائشہؓ کا یہ جواب کفر شمار ہوتا مگر حضرت عائشہؓ اپنی فراست اور ذہانت سے صورتِ حال سمجھ گئیں اس لیے جواب انہوں نے اس پیرایہ سے دیا کہ اپنی پریشانی وحیرانی کا عذر بیان کیا، پھر آنحضرت ﷺ نے پاس سے اٹھ کر عذر بیان کیا کہ شعبان کی پندرہویں شب میں اللہ جل شانہٗ آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور دنیا والوں پر اس کی رحمتِ کاملہ کا فیضان اس بے کراں طور پر ہوتا ہے کہ قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے ریوڑ کے جتنے بال ہیں ان سے بھی زیادہ لوگوں کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، لہٰذا یہ وقت چونکہ برکاتِ ربانی اور تجلیاتِ رحمانی کے اترنے کا تھا اسلئے میں نے چاہا کہ ایسے بابرکت اور مقدس وقت میں اپنی امت کے لوگوں کی بخشش کی دعاء کروں چنانچہ میں جنت البقیع (قبرستان) میں پہنچ کر اپنے پروردگار کی مناجات کرنے اور اس سے دعاء مانگنے میں مشغول ہو گیا۔ (مظاہر حق جدید: ص ۱۹۵، ج ۱)

خدائی نظام کی توہین

مگر خدا سمجھے بداعمالی اور کور باطنی کو جن دنوں میں ضرورت عبادت کی تھی ان ہی

دنوں میں ہم نے بیش از بیش گناہ کرنے کی ٹھان رکھی ہے، ہمارے دوستوں نے اسے تو خوب یاد کرلیا کہ شب برأت میں جاگنا چاہئے، مگر اس بات کو بھول گئے کہ کیوں اور کس طرح جاگنا چاہئے، وہ جاگتے ضرور ہیں مگر خدا کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کرنے کیلئے نہیں، اپنا نامۂ اعمال گناہوں سے دھونے کیلئے نہیں بلکہ خدا کا قہر وغضب حاصل کرنے کیلئے، اپنے گناہوں میں اضافہ کرنے کیلئے، خدا کی رحمتوں سے اعراض اور روگردانی کرنے کیلئے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرنے کیلئے اور رہی سہی نیکیوں کو بھی مٹانے کے لیے؟ (الا ماشاء اللہ)۔

مسلمانو! خوب سمجھ لو! اور کان کھول کر سن لو! کہ خدا تعالیٰ جہاں رحیم وغفار ہے وہیں جبار وقہار بھی ہے، یہ طرز عمل اس کی رحمتوں کے ساتھ مذاق کرنے کے مترادف ہے۔ اور جیسا افضل الاوقات میں اعمالِ صالحہ کا اجر بڑھتا ہے، اسی طرح برائیوں (اعمال سیئہ) کا گناہ بھی بڑھ جاتا ہے۔

سوچو تو سہی اگر کوئی معمولی بادشاہ اپنی فوج کو حکم دے اور اعلان کردے کے آج فلاں میدان میں تمام فوج جمع ہو کر پریڈ کریں، اپنے کمال کے جوہر دکھائیں، شاہ کی جانب سے آج انعامات وکرامات کی بارش کی جائے گی، فوجیوں نے سنا اور تیار ہو کر میدان میں پہنچ گئے، پریڈ کرنے کے لیے نہیں، سپاہیانہ کمالات، شجاعانہ جذبات، فوجیانہ جاں نثاری کا مظاہرہ کرنے کے لیے نہیں بلکہ آتش بازی چھوڑنے کے لیے، تو کیا بادشاہ کو اس حرکت سے غصہ نہ آئے گا، کیا وہ اس فوج پر انعامات واکرامات کے بجائے لعنت وملامت کی بارش نہ کریگا؟ کرے گا، ضرور کریگا۔

اب غور فرمایئے کہ ہم نے جو طرز عمل شب برأت میں اختیا کیا ہے اس پر اگر خدا کا قہر وغضب ہمیں ہر طرف سے نہ گھیرے تو اور کیا کرے، کیا ہماری طرف سے صحیح معنی میں اس کی رحمتوں کا استہزاء اور مذاق نہیں اڑایا جارہا ہے، پھر مسلمان اپنی نکبت، اپنی مصیبت اپنی آفت پر کیوں آنسو بہاتے ہیں۔ جیسا کہ تم نے اب تک کیا ویسا ہی بھرا، تم نے خدا کو چھوڑ دیا، تم خدا کو بھول گئے اور خدا کی عبادت کے بجائے شیطان کی پرستش کو اپنا فخر سمجھنے لگے۔ خدا نے بھی تمہیں چھوڑ دیا، اپنے اعمال درست کرو، اپنی سرکشیوں سے باز آؤ۔ اپنی حماقتوں

سے توبہ کرو، اور آئندہ اسی خدائے یکتا کے پرستار بن جاؤ جس کے تم آج سے چودہ سو سال پہلے پرستار تھے، تم خدا کے ہو جاؤ، خدا بھی تمہارا ہو جائیگا، اور خدا ہی نہیں بلکہ خدا کی تمام کائنات تمہاری ہو جائیگی۔ (فضائل الایام والشہور: ص ۱۱۵)

رات کے کس حصہ میں جاگیں؟

اب قابلِ غور بات یہ ہے کہ رات کے کون سے حصہ میں جاگنا افضل ہے؟ اس کا فیصلہ قرآن شریف سے بھی ہوتا ہے اور حدیث شریف سے بھی، کیونکہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اخیر شب میں جاگنا ضروری ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

﴿إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا﴾ (المزمل پارہ ۲۹)۔

(البتہ اٹھنا رات کو سخت روندتا ہے (مؤثر ہے نفس کے کچلنے میں) اور سیدھی نکلتی ہے بات)۔

اور ﴿نَاشِئَةَ اللَّيْلِ﴾ سونے کے بعد متحقق ہوتا ہے کیونکہ اسکے اختیار کرنے سے نفس پر مشقت کا زیادہ اثر ہوتا ہے تو وہی افضل ہوگا، اور آخر سورت سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

یہ تو قرآن شریف سے معلوم ہوا، حدیث شریف سے بھی اس کا افضل ہونا معلوم ہوتا ہے، چنانچہ آخر شب کی فضیلت میں بکثرت احادیث آئی ہیں اور قواعد عقلیہ بھی اس پر شاہد ہیں کیونکہ وہ وقت سونے کا ہے اور سونے (نیند) کو چھوڑنا مشکل ہے، اور ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص رات کو اٹھ کر التجا کرتا ہو تو میں اس سے بہت خوش ہوتا ہوں اسلئے کہ میری وجہ سے اپنی بیوی اور گرم بستر کو چھوڑ دیا، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آخر حصہ رات کا افضل ہے، لیکن اگر کسی کو اس حصہ میں جاگنا دشوار ہو تو وہ اول ہی حصہ (رات) میں کچھ کرلے، کیونکہ اور راتوں میں خدا کا نزول آخر شب میں ہوتا ہے اور اس رات میں اول ہی شب سے نزول الٰہی ہو جاتا ہے، اسلئے جن لوگوں کو آخر رات میں عبادت کرنا دشوار ہو وہ اول ہی شب میں عبادت کر کے فضیلت حاصل کرلیں، جسکا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ عشاء تک ہی عبادت میں مشغول رہیں۔ (التبلیغ: ص ۲۶ ج ۸)

شیطانی دھوکہ

یہ نفس کا ایک کید (چال، دھوکہ) ہے کہ آدمی جہاں ثواب کا قصد کرتا ہے اس کو وہ حیلہ سے روکنا چاہتا ہے چنانچہ اس موقعہ پر (شب براٗت وشب قدر میں) وسوسہ ڈالتا ہے کہ آخر شب میں زیادہ فضیلت ملے گی اسلئے آخر میں ہی جاگنا چاہئے، اول شب میں جاگنے سے کیا فائدہ؟، یہ دیکھئے گا اول شب سے تو یوں محروم رہے (کہ دل نے بہانہ حیلہ کیا) اور جب آخر شب ہوئی تو اٹھا نہ گیا، دونوں طرف سے محرومی ہوئی، پوری کے پیچھے لگ کر ادھوری بھی گئی۔

اور خفی کیدِ نفس کا (نفس کی ہلکی سی چال) بعض کے لیے اس صورت میں یہ بھی ہے کہ وہ یہ چاہتا ہو کہ ممتاز ہو کر رہے اور اس میں نفس کو مزا آتا ہے، اس لیے بعض آدمی یہ چاہتے ہیں کہ اخیر شب میں ہی جاگیں اور نیت یہ ہوتی ہے کہ اس امتیاز میں لذت ہو (دکھاوا ہو) یہ غرور ہے اور غرور وتکبر ایسی بری چیز ہے کہ جس وقت کوئی شخص اپنی نظر میں پسندیدہ ہوتا ہے اس وقت خدا تعالیٰ کی نظر میں ناپسندیدہ ہوتا ہے۔ (التبلیغ ص ۲۷، ج ۸)

مبارک رات میں گناہ کرنا

اس مبارک رات میں فضیلت ہے اور جسمیں فضیلت ہوگی اسمیں معصیت (گناہ) بہ نسبت دوسرے اوقات کے بہت بڑی ہوگی جیسے مکان کا حکم ہے اسی طرح زمان کا حکم ہے مثلاً ایک تو گناہ معمولی جگہ پر کرنا اور ایک مسجد میں گناہ کرنا زیادہ بُرا ہے (پھر مساجد کے اندر بھی مسجدِ نبوی، مسجد حرام وغیرہ کہ جہاں پر ایک نماز کا ثواب اور جگہ کی نمازوں سے زیادہ ہے) اس جگہ گناہ اتنا ہی شدید عذاب کا موجب بنے گا، اسی طرح ایک تو گناہ کرنا دوسرے اوقات میں اور ایک متبرک اوقات مثلاً رمضان شریف میں گناہ کرنا دوسرے دنوں کے مقابلہ میں زیادہ برا ہے اور یہ راتیں بھی متبرک ہیں تو اسمیں گناہ کی سزا اور اوقات سے شدید ہوگی۔
(التبلیغ: ج ۸، ص ۷۵)

اس رات کے گناہ

جو گناہ اس رات میں کیے جاتے ہیں دو قسم کے ہیں، ایک وہ جو برنگِ عبادت

نہیں ہیں اسکا برا ہونا تو بالکل ظاہر ہی ہے جیسے آتشبازی چھوڑی جاتی ہے جسکی وہ ہی مثل ہے گھر پھونک تماشہ دیکھا، اسمیں کبھی ہاتھ جل جاتے ہیں مال اور جان دونوں کا نقصان ہوتا ہے پس علاوہ معصیت وگناہ ہونے کے اسمیں دنیا کا بھی تو نقصان ہے۔

دوسری قسم جو کہ معصیت برنگِ عبادت ہے وہ کیا ہے بدعت، چنانچہ اسی رات میں ایک بدعت یہ بھی عوام جاری ہے، اگرچہ ہمارے یہاں نہیں ہے مگر بعض بوڑھیاں اب بھی جاری کیے ہوئے ہیں، جیسے حلوہ، اور چونکہ بدعت میں مزہ بہت ہے اس لیے تاویلیں کر کے حلوہ جائز کرنا چاہتے ہیں۔

ایک تاویل یہ ہے کہ حضور ﷺ کا مبارک دانت جب شہید ہوا تھا تو آپ ﷺ نے حلوہ نوش فرمایا تھا، یہ بالکل موضوع اور غلط قصہ ہے، اس کا اعتقاد کرنا ہرگز جائز نہیں، بلکہ عقلاً بھی ممکن نہیں، اس لیے کہ یہ واقعہ شوال میں ہوا نہ کہ شعبان میں۔

اور بعض یہ تاویل کرتے ہیں کہ حضرت امیر حمزہؓ کی شہادت ان دنوں میں ہوئی تھی، یہ ان کی فاتحہ ہے، یہ بھی محض بے اصل ہے کیونکہ حضرت حمزہؓ کی شہادت بھی شوال میں ہوئی تھی نہ کہ شعبان میں۔ (اصلاح الرسوم: ص۱۳۲)

اور منع کرنے سے بھی نہیں مانتے، غرض چونکہ اسکے اندر معصیت ہے اور مزہ ہے اور چونکہ بدعت بھی ایک معصیت ہے، اس شب بابرکت میں ان معاصی (گناہوں) کا ارتکاب اور زیادہ برا ہے۔ (التبلیغ: ص۶۷، ج۸)

الفیہ نماز کی حقیقت

ایک بات یہ بھی سمجھنے کی ہے کہ بعض کتابوں میں تحریر ہے کہ پندرہویں شب شعبان میں خاص نوافل (نمازِ الفیہ پڑھی جاتی ہے یعنی سو رکعتیں اس طرح پڑھتے ہیں کہ ہر رکعت میں دس دس بار سورۂ ﴿قل ھو اللہ احد﴾ کی قرأت ہو، یہ صحیح حدیث سے ثابت نہیں، نہ کسی صحابیؓ اور تابعیؒ کا کوئی مضبوط ارشاد منقول ہے) پڑھنی چاہئیں، یہ کوئی قید نہیں، جو چیز شرعاً بے قید ہے اس کو بغیر قید کے ہی رکھو۔ حدیث شریف میں (مبارک راتوں میں) نوافل کی کوئی قید نہیں آئی ہے بلکہ جو عبادت آسان ہو وہ کرلو، اس میں نوافل بھی آگئے اور وہ

بھی کسی خاص ہیئت و کیفیت کے ساتھ نہیں۔

باقی بزرگوں کے کلام میں جو خاص ہیئت کے نوافل کا ذکر آیا ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ کسی بزرگ نے کسی مرید کے لئے اس کی خاص حالت کے پیش نظر اس کے لیے تجویز کیا ہوگا، اور اس کے حق میں بھی مصلحت ہوگی، اب اس کو عام کر لینا، یہ بدعت ہے، باقی بزرگوں کو برا نہ کہے۔ غرض حدیث شریف میں کوئی عمل وارد نہیں، چاہے قرآن شریف پڑھو، یا اللہ اللہ کرو، یا نوافل پڑھو، خواہ وعظ کہو سنو۔ چنانچہ (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں، کانپور میں اس شب کے اندر ہم وعظ کہلواتے تھے کیونکہ وعظ کے شغل میں جاگنا ذرا آسان ہوتا ہے، اگرچہ بعض اس میں بھی سو جاتے ہیں۔ (التبلیغ: ص ۴۱، ج ۸)

خوب سمجھ لو کہ اس رات میں کوئی عبادت خاص منقول نہیں، خواہ وعظ سنو، خواہ نوافل پڑھو، خواہ تلاوت کلام اللہ کرو، اختیار ہے اور یہ جو ارشاد فرمایا کہ: (صوموا نهارها) تو یہ امر بھی استحبابی ہے یعنی روزہ پندرہویں کا مستحب ہے فرض و واجب نہیں۔ غرض (قوموا ليلها) سے اس رات کی فضیلت معلوم ہوگی، اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں (هل من داع فاستجيب له هل من مستغفر له) یعنی ہے کوئی دعا مانگنے والا کہ ہم قبول کرلیں؟ ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ اس کی مغفرت ہو جائے؟ صبح تک اسی کیفیت سے اعلان ہوتا رہتا ہے۔

(التبلیغ: ص ۸۴، ج ۸، الترغیب: ص ۱۰۴، ج ۲)

بخشش کی رات میں بھی محرومی

(وعن ابی موسی الاشعریؓ عن رسول اللہ ﷺ قال ان اللہ تعالیٰ لیطلع فی لیلة النصف من شعبان فیغفر لجمیع خلقه الا المشرک او مشاحن)

(رواہ ابن ماجة ورواہ احمد عن عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ)

ترجمہ:۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ سرتاج دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ جل شانہٗ نصف شعبان کی رات کو یعنی شب برأت میں دنیا والوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور مشرک اور کینہ رکھنے والے کے علاوہ اپنی تمام مخلوق کی بخشش فرمایا ہے" اور یہ بھی

الفاظ ہیں کہ کینہ رکھنے والے اور ناحق کسی کی زندگی ختم کردینے والے کے علاوہ اللہ تعالیٰ اس شب میں اپنی تمام مخلوق کی بخشش فرماتا ہے)۔

تشریح:۔ حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اس بابرکت اور مقدس رات میں اپنی رحمتِ کاملہ کے ساتھ دنیا والوں پر متوجہ ہوتا ہے تو اس کا دریائے رحمت اتنے جوش میں ہوتا ہے کہ وہ اپنے حقوق کو بھی معاف کردیتا ہے اور اپنی بندگی وعبادات اور اطاعت کے معاملہ میں اتنی مہلت دیتا ہے کہ اگر وہ توبہ کرلیں تو ان کی توبہ قبول کی جائیگی اور اگر توبہ نہ کریں اور اپنی بداعتقادی اور بدعملی سے باز نہ آئیں تو انھیں عذاب میں مبتلا کیا جائے۔

کینہ توز (کپٹ رکھنے والے) سے مراد وہ شخص ہے جو شرعی جہت سے نہیں بلکہ نفس امارہ کی فریب کاریوں میں مبتلا ہوکر خواہ مخواہ دوسروں کیلئے اپنے سینہ میں بغض وحسد کی آگ جلائے رکھتا ہے، ایسا بدباطن شخص بھی اس بابرکت رات میں پروردگار کی عام بخشش سے کوئی حصہ نہیں پاتا، شب برأت میں جو بدبخت رحمتِ الٰہی کے سایہ میں نہیں ہوتے یا اس طور کہ ان کی بخشش نہیں ہوتی، ان کی تفصیل مختلف روایتوں میں مذکور ہے یہاں تو کفر کرنے والے، کینہ توز اور ناحق کسی کی جان لینے والے کا ذکر کیا گیا ہے۔

بعض روایتوں میں اتنا اور منقول ہے کہ ناتا کاٹنے والے (یعنی رشتہ داری اور بھائی بندی کو منقطع کرنے والے کو بھی اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا۔ اسی طرح بعض روایتوں میں ازار لٹکانے والوں یعنی ٹخنوں سے نیچے پاجامہ، لنگی لٹکانے والوں، ماں باپ کی نافرمانی کرنے والوں، ہمیشہ شراب پینے والوں اور بعض روایتوں میں زنا کرنے والوں اور ظلم کے ساتھ محصول لینے والوں، جادو کرنے والوں، کاہن غیب کی باتیں بتانے والوں اور باجا بجانے والوں کا ذکر بھی کیا گیا ہے، یعنی یہ وہ بدبخت لوگ ہیں جو اس مقدس رات میں بھی پروردگارِ عالم کی رحمت سے محروم ہیں۔ (مظاہر حق جدید: ص۲۰۲، ج۲)

محرومین کی فہرست

روایات میں پندرہویں شب شعبان کی فضیلت واضح طور پر ہورہی ہے کہ یہ شب اللہ رب العزت کے نزدیک نہایت مبارک اور قیمتی ہے۔ اللہ رب العزت اپنے بندوں کی

عام مغفرت فرماتے ہیں اور خاص توجہ فرماتے ہیں، مگر یہ توجہ انھیں حضرات پر ہوتی ہے جو کہ خود بھی اس کی طرف انابت (رجوع اور متوجہ ہوں) کریں اور طالب مغفرت ہوں، اپنی اپنی حاجاتِ اُخروی اور دینوی کو بارگاہِ خداوندی میں پیش کریں اور ان کو پورا کرئیں۔

مگر چند نوع گناہوں کی اس قدر شدید ہیں کہ جب تک ان کو نہ چھوڑ دیں اور ان سے مکمل توبہ نہ کریں اس وقت تک اس شخص کی مغفرت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(۱) مشرک (۲) کینہ رکھنے والا (۳) والدین کا نافرمان (۴) زنا کرنے والا (۵) شراب نوشی کرنے والا (۶) کاہن (۷) قطع رحمی کرنے والا (۸) کپڑا یعنی تہبند و پائجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا۔

یہاں ہر ایک کی الگ الگ کچھ تشریح پیش کی جاتی ہے:۔

مشرک

خدا کی ذات وصفات میں غیر خدا کی شریک کرنے والا اور اس کے ساتھ معبود کی طرح معاملہ کرنے والا، اس کی پرستش کرنے والا وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ﴾ (پارہ نمبر ۵، سورہ النساء)۔

بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا شریک کرے اور بخش دیتا ہے اس سے نیچے کے گناہ جس کے چاہے۔

دوسری آیت: ﴿وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾

اور جب کہ کہا لقمان (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے سے، جب اس کو سمجھانے لگا، اے بیٹے! شریک نہ ٹھہراؤ (اللہ کے ساتھ) بے شک شریک بنانا بڑا ظلم ہے (سورۂ لقمان، پارہ ۲۱)

شریک کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک جرم عظیم اور بغاوت ہے اور یہ جرم ناقابل معافی ہے۔ اپنی جان پر اس سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں جو کہ سبب دائمی ہلاکت اور بربادی کا ہے۔ اللہ رب العزت جو کہ خالق ومالکِ ارض وسماء یعنی زمین وآسمان کا مالک ہے اور اس کی

ذات تن تنہا ہے، اس کا شریک کوئی نہیں ہے۔ ﴿ **قل ھو اللہ احد** ﴾ الخ۔ خداوندِ قدوس جو کہ رحیم وکریم ذات ہے مگر غیرتِ خداوندِ عالم اس کی معافی کو گوارہ نہیں فرماتی جس طرح خدا کی ذات میں شرک جرم عظیم ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمالیہ میں بھی شرکت گناہِ عظیم ہے۔ (حقیقتِ شب برأت: ص ۱۹)

کینہ کیا ہے؟

آپس میں ایک مسلمان کسی دوسرے مسلمان سے کینہ رکھے تو یہ بالکل حرام اور خدا کی رحمت سے محروم کرا دینے کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ **خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْن** ﴾ (پارہ نمبر ۹، سورہ الاعراف)

"اختیار کرو معاف کر دینے کو اور حکم کرو اچھی بات کا اور منہ موڑ جاہلوں سے"۔

غلطی کا امکان لازمی ہے، اگر ایسا ہو جائے تو معاف کر دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے، اسی وجہ ارشاد فرمایا معافی اختیار کرو، اور جہلاء اگر کوئی بات نامناسب کہیں تو ان سے اعراض کر لو اس طرف دھیان مت کرو۔

حدیث شریف میں ہے: (**قال قال رسول اللہ ﷺ لاتباغضوا**) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آپس میں بغض نہ رکھو۔

کینہ :۔ جس کو عربی میں حقد کہتے ہیں۔ اس کی حقیقت یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ جب کسی آدمی کو غصہ میں اپنے دشمن سے بدلہ لینے کی قدرت نہیں ہوتی تو اسکے ضبط کرنے سے اس شخص کی طرف سے دل میں ایک قسم کی گرانی ہو جاتی ہے، اس کو حقد یعنی کینہ کہتے ہیں، بس اس کا علاج یہی ہے کہ اس شخص کا قصور معاف کر کے اس سے میل جول وتعلقات شروع کرے گو بتکلیف سہی، چند روز میں کینہ دل سے نکل جائیگا (تعلیم الدین از مولانا تھانویؒ: ص ۵۸)

حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ قطع تعلق کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (بخاری ومسلم)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہر پیر و جمعرات کو جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور ہر اس بندہ کی مغفرت کی جاتی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ بالکل شریک

نہیں ٹھہراتا (خالص مؤمن ہے) مگر وہ شخص اس مغفرت سے محروم رہتا ہے کہ اسکے اور اسکے مسلمان بھائی کے درمیان کینہ ہو۔ (مشکوۃ: ص ۴۲۷)

حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر ہفتہ میں پیر اور جمعرات کو تمام انسانوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں، ہر مؤمن کی مغفرت کر دی جاتی ہے، مگر جن مسلمانوں کے درمیان میں کینہ ہو (ان کی مغفرت نہیں ہوتی) ان کو اس بات کی ترغیب دی جائے کہ یہ حضرات اس کو ترک کر دیں اور آپس میں ملاقات کر لیں۔

(مشکوۃ شریف: ص ۴۲۸)

(ان روایات میں کینہ جیسی بری عادت کی مذمت اور خرابی بیان کی گئی ہے جو دنیا اور آخرت ہر اعتبار سے مہلک اور نقصان دہ ہے، آپسی تعلقات خداوندِ قدوس کو محبوب ہیں، اگر آپس میں رنجش ہو جائے تو زائد وقت تک اس کو باقی نہ رکھا جائے، بلکہ بہت جلد ہی اس کو دور کیا جائے اور اس کی بہترین صورت ابتداءً سلام کرنا ہے، کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ آدمی کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی (مسلمان) سے تین دن رات سے زائد ترکِ تعلق کر دے کہ وہ اس سے منہ موڑ کر چلے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

قطع رحمی کیا ہے؟

جو عزیز و اقارب (رشتہ داروں) کے حقوق ہم پر واجب ہیں ان کو ادا نہ کرنا اور ان کے ساتھ بد سلوکی کرنا، تعلقات کو ختم کرنا، اس کو قطع رحمی کہتے ہیں۔ احادیث میں اس کی نہایت مذمت آئی ہے اور ایسا کرنے والے کو نہایت مذموم فرمایا گیا ہے، آنحضرت ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ (دو گناہ) اس قدر سخت ہیں کہ ان کے کرنے والے کو بہت جلدی دنیا میں (بھی) عذاب (سزا) فرماتے ہیں (اور آخرت میں) اس کے علاوہ ہوگا۔ بغاوت (ظلم) قطع رحمی (تعلقات ختم کرنا)۔ (مشکوۃ شریف)

بہت سی احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رحم کا لفظ اللہ تعالیٰ کے پاک نام رحمٰن سے نکالا گیا ہے جو اس کو ملائے گا رحمٰن اسکو ملائے گا، اور جو اس کو قطع (توڑنا) کرے گا رحمٰن اسکو قطع کریگا۔ (فضائل صدقات: ص ۲۱۹، ج اول)

فقیہ ابواللیثؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ قطع رحمی اس قدر بدترین گناہ ہے کہ یہ شخص پاس بیٹھنے والوں کو بھی رحمت سے دور کر دیتا ہے، اس لیے ہر ایمان والے کو چاہئے کہ بہت جلد اس مہلک مرض سے توبہ کر لے، اگر اس میں مبتلا ہے تو عملاً ختم کر دے اور صلہ رحمی پر یعنی تعلقات قائم کرنے پر کاربند ہو۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ایک مرتبہ صبح کی نماز کے بعد ایک مجمع میں تشریف فرما تھے، فرمانے لگے میں تم لوگوں کو قسم دیتا ہوں، اگر اس مجمع میں کوئی شخص قطع رحمی کرنے والا ہو تو چلا جائے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے ایک دعاء کرنا چاہتے ہیں کیونکہ آسمان کے دروازے قطع رحمی کرنے والے کے لیے بند ہو جاتے ہیں۔

دیکھیے گا کس قدر اظہار ناراضگی ہے۔ اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا ارشاد قرآن واحادیث کی روشنی میں ہی ہو سکتا ہے، دعاء کی قبولیت میں قطع رحمی سے پرہیز نہایت ضروری ہے۔

اجتماعاً اگر دعاء کرنا ہے تو اس کے آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ یہ مجمع اس گناہ سے پاک وصاف ہو تاکہ رحمت خداوندی دعاء کرنے والوں پر متوجہ ہو، اور جبکہ دوسرے قطع رحمی کرنے والے کی وجہ سے محروم رہ سکتے ہیں تو پھر یہ خود کس قدر محروم ہوگا۔ نیز جب کہ اس کی توبہ بھی مقبول نہیں ہوتی، تاوقتیکہ اس بدترین فعل سے بچ نہ جائے۔

(حقیقتِ شب برأت: ص۳۳)

آپس میں دشمنی رکھنے والا، نفسانیت کی وجہ سے انسان اکثر حق وناحق کے فرق سے غافل ہو جاتا ہے اور دوسرے کا جو حق اپنے ذمہ آتا ہے اسے نظر انداز کر دیتا ہے، شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ اگر کسی بات پر دو بھائیوں کو آپس میں کچھ ناچاقی ہو جائے تو ایماندارانہ طریقے پر ہر شخص اپنی حالت پر غور کرے اور جو غلطی پر ہو وہ اپنی غلطی تسلیم کر کے اسے دور کرے اور خود آگے بڑھ کر صلح کر لے، اور ایمانی تقاضے کو سب سے زیادہ پورا کرنے والا وہ ہے جو پہلے بڑھ کر صلح صفائی کی پیش کش کر دے چاہے غلطی دوسرے ہی کی ہو۔

خدا نے انسان کو جو جسم وجان دیئے ہیں، یہ امانت ہے، انسان ان کی مدد سے نیکی کی راہ میں جدوجہد تو کر سکتا ہے ان کو ضائع نہیں کر سکتا، اور جو شخص یہ بددیانتی اور خیانت

کرتا ہے خدا کی نظر میں وہ بڑا باغی اور مجرم ہے اس رات کی خاص رحمت ومغفرت سے محروم رہے گا اور دوسری بہت سی سزاؤں کا بھی مستحق ہوگا۔ (الترغیب: ص۳۶۰، ج۳)

ٹخنوں سے نیچے کپڑے کا استعمال

ٹخنوں سے نیچے پاجامہ یا لنگی (وغیرہ) پہننا یا بہت لمبی آستین بنانا یا بہت لمبا شملہ (صافہ میں جو پیچھے کمر کی جانب چھوڑا جاتا ہے) چھوڑنا، حدیث شریف بخاری ومسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "نظر رحمت نہ فرمائے گا اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف جو اپنی ازار (پاجامہ لنگی وغیرہ) کو اترانے کی راہ سے نیچے لٹکائے"۔

(۲) دوسری حدیث میں اس لٹکانے کی حد آئی ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو ازار ٹخنوں سے نیچا ہو وہ دوزخ میں ہے۔ (روایت کیا اس کو بخاریؒ نے)۔

(۳) تیسری حدیث میں دوسرے لباسوں میں بھی اس کا حرام ہونا مذکور ہے۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اسبال یعنی دراز کرنا اور حد سے بڑھانا ازار میں بھی ہوتا ہے اور کرتہ میں بھی اور عمامہ میں بھی جو شخص ان میں سے کسی لباس کو تکبر کی راہ سے حد سے زیادہ بڑھائے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظرِ رحمت نہ کریں گے قیامت کے دن۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے)۔

اور اس کی تائید کرنے والی ایک اور حدیث ہے جس میں ارشاد ہے کہ "جو شخص اپنے کپڑے کو اترا کر بڑھائے گا اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف قیامت کے روز نظرِ رحمت نہ فرمائیں گے، روایت کیا اس کو امام بخاریؒ نے۔ اس میں مطلقاً کپڑے کو فرمایا، جس میں تمام کپڑے آگئے، جس میں ازار کے بڑھانے کی حد تو حدیث میں آگئی ہے اور دوسرے لباسوں اور کپڑوں کے متعلق علماء محققین نے فرمایا کہ آستین کا انگلیوں سے آگے بڑھانا اور شملہ کا نصف کمر سے نیچے ہونا، یہ سب اسبال ممنوع ہے۔

بعض کج فہم یوں کہتے ہیں کہ حدیث میں تو اس کی ممانعت آئی ہے جو براہِ تکبر ہو، ہم تو تکبر نہیں کرتے، اس لیے ہمارے لیے جائز ہے۔

خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اول تو یہ کہنا غلط ہے کہ ہم تکبر نہیں کرتے، اچھا پھر ایسا

کیوں کرتے ہو، وضع مسنون کیوں اختیار نہیں کرتے ہو، اس کے اختیار کرنے میں دل کیوں تنگ ہوتا ہے، اونچے پائچوں کو حقیر کیوں جانتے ہو، اگر یہ تکبر نہیں تو اور کیا ہے؟

دوسرے یہ کہ حدیث شریف میں جو تکبر کی قید آئی ہے یہ کیا ضروری ہے کہ قید احترازی ہو، ممکن ہے کہ قید واقعی ہو، چونکہ اکثر لوگ اسی قصد سے کرتے ہیں، اس لیے آپ ﷺ نے یہ قید ذکر فرمائی اور ممنوع ویسے بھی ہے۔ چنانچہ دوسری حدیث میں ہے جس میں ٹخنوں کی حد کا ذکر ہے، اس میں یہ قید تکبر کی مذکور نہیں، مطلقاً ارشاد ہوا ہے جس سے یہ ثابت ہوا ہے خواہ تکبر ہو یا نہ ہو، ہر حال میں ممنوع ہے، ہاں تکبر میں ایک گناہ کا اور مل کر معصیت شدید ہو جائیگی، یہ دوسری بات ہے اور بلا تکبر ایک ہی معصیت رہیگی، مگر رہے گی تو سہی، بچاؤ اور جواز کی تو صورت نہ نکلی، اگر کوئی کہے کہ اس مطلق کو بھی ہم اسی پر محمول کرلیں گے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ امر اصول فقہ حنفی میں بدلیل ثابت ہو چکا ہے کہ مطلق اپنے اطلاق پر رہا کرتا ہے۔ غرض کوئی گنجائش جواز کی نہیں۔

بعض لوگ تقویٰ جتلانے کو نماز میں (پانجامہ پینٹ وغیرہ کو) اوپر کو کر لیتے ہیں حالانکہ نماز سے خارج بھی تو گناہ سے بچنا واجب ہے اس حیلہ سے کیا ہوتا ہے بعض لوگ تو لمبے لمبے بناتے ہیں مگر بٹن ٹخنوں سے اونچے لگا لیتے ہیں کہ ٹخنوں سے اوپر چوڑیاں پڑی رہتی ہیں۔ یاد رکھو کہ اصل گناہ تو کپڑے کا برباد کرنا ہے، خواہ ٹخنے ڈھکنے رہیں یا کھلے رہیں اس کیا بچاؤ ہوا، اور یاد رہے کہ درزی کو بھی ایسے کپڑے سینا جائز نہیں، کیونکہ گناہ کی اعانت بھی گناہ ہے، صاف انکار کر دینا چاہیے، کچھ رزق ایسے ہی کپڑے سینے پر منحصر نہیں ہے۔

(اصلاح الرسوم: ص ۴۸)

کتے کا شرعی حکم

منجملہ رسوم کے گھر میں تصویروں کا لگانا اور بلا ضرورت کتوں کا رکھنا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ”نہیں داخل ہوتے فرشتے (رحمت کے) جس گھر میں کتا یا تصویر ہو“ (بخاری و مسلم)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ سب سے زیادہ عذاب اللہ تعالیٰ کے نزدیک تصویر

بنانے والے کو ہوگا۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بجز تین غرض کے کتا پالے۔ (۱) مویشی کی حفاظت (۲) شکار (۳) گھر یا کھیت کی حفاظت۔ اس کے ثواب میں ہر روز ایک قیراط (حدیث میں قیراط کی مقدار احد پہاڑ کے برابر آئی ہے) کم ہوتا رہے گا روایت کیا اس کو مسلم و بخاری نے۔ ان حدیثوں سے تصویر بنانا، تصویر رکھنا، بلا ضرورت کتا پالنا، سب کا حرام ہونا ثابت ہوگیا ہے۔

اس زمانہ میں تہذیب جدید کے لوازم میں سے یہ دونوں امر ہو گئے، تصویر مکان کا جز اور کتا اہل وعیال (گھر والوں) میں داخل سمجھا جاتا ہے، ذرا بھی دل کو انقباض (رکاوٹ) اور روک ٹوک نہیں، بے دھڑک دونوں چیزیں برتی جاتی ہیں۔ بعض لوگوں کی عقلوں پر اس قدر سستی کا غلبہ ہے کہ کتے کے اوصاف حمیدہ بیان کر کے ممانعت کی وجہ دریافت کرتے ہیں۔ گویا در پردہ نعوذ باللہ اس حکم شرعی کے عبث (بے کار) اور لغو ہونے کے مدعی ہیں، اگر سچ مچ ان کے دلوں میں ایسا خیال ہے تو تجدیدِ ایمان ضروری ہے۔ مسلمان بننے کے بعد احکام شرعیہ کی علت ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں۔ احکام مجازی (دنیاوی احکام) کے بہت سے قوانین واحکام کی علت سمجھ میں نہیں آتی اور پھر بے چون وچرا ان کو مانتے ہیں، تو حاکم حقیقی (اللہ تبارک وتعالیٰ) کے احکام میں کیوں چون وچرا کی جائے؟ اگر کوئی کہے کہ ہمارا دین تو عقل کے موافق ضرور ہے مگر عقل کی رسائی (پہنچ) تو وہاں تک ضروری نہیں۔ مثلاً بہت سی چیزیں حس بصر سے دریافت کرنے کے قابل ہیں مگر اندھوں کو اِدراک (محسوس) نہیں ہوسکتا، یہ عقل والے کا کام ہے کہ احکام کی علت کو سمجھ لے، یہ عقل انبیاء (علیہم السلام) اور اولیاء کاملین اور علماء راسخین (پکے علماء رحمت اللہ علیہا) کو عطا ہوتی ہے، عوام کی عقل میں اس قدر قوت نہیں۔ اور کوئی ڈگری، یا پاس کر لینے سے زمرۂ عوام سے خارج نہیں ہو جاتا۔

اور یہ کہ مراد اس سے دین کے اصول ہیں کہ وہ عقلی ہیں یعنی جو قرآن شریف اور حدیث شریف کو بھی نہ مانتا ہو، اس کو توحید ورسالت کی تعلیم دلیل عقل سے ممکن ہے، رہ گئے فروع، مثلاً یہ چیز حرام کیوں ہے، فلاں چیز حلال کیوں ہے، اس کا عقلی ہونا بایں معنی ضروری نہیں، بلکہ اس کو دلیل شرعی سے مان لینا چاہئے اور عقل کے موافق بھی یہی بات ہے

کہ حاکم کو حاکم ماننے کے لیے جتنی دلیلیں چاہئیں کرلی جائیں، جب حاکم ہونا تسلیم کرلیا، پھر اس کے ہر ہر حکم میں حجتیں (دلیلیں) تلاش کرنا صریح بغاوت ہے، یعنی جب اللہ کو تسلیم کرلیا ایمان لے آئے تو پھر اس کے ہر حکم کو مانا جائے، وجہ اور علت نہ تلاش کی جائے کیونکہ دنیاوی قوانین کی علت، وجہ، لِم، ہماری سمجھ میں نہیں آئی ہے پھر بھی مانتے ہیں۔

غرض حکمِ شرعی کو بلانزاع مان لینا واجب ہے، ہاں ماننے کے بعد تحقیق حکمت کے لیے بطور استفادہ کے اگر غور کیا جائے تو وجہ بھی نکل آتی ہے۔ بعض لوگ زبردستی کی ضرورتیں تراش لیتے ہیں کہ ہم نے مکان کی حفاظت کے لیے کتا پال رکھا ہے، لیکن یاد رکھیے گا اللہ تعالیٰ تو ارادہ اور نیت کو دیکھتے ہیں، اگر خاص مقصد تفریح سے پالتے ہیں تو اجازت نہیں ہوسکتی ہے صرف کتے سے تو حفاظت وہ کرے جس کے پاس نوکر (ملازم) دربان، پہرے دار نہ ہوں، جب ماشاء اللہ ایک ایک کام کیلئے متعدد نوکر ہیں تو کتوں کی کون سی ضرورت رہ گئی ہے؟ اسی طرح شکار کا پورا سامان بندوق ہے تو پھر کتے کیوں پالتے ہیں؟

(اصلاح الرسوم: ص ۱۳۰ از مولانا حضرت اشرف علی تھانویؒ)

تصویر کا شرعی حکم

بعض لوگ تصویر کے سلسلہ میں کہتے ہیں کہ ہم پوری تصویر نہیں بناتے اور نہیں رکھتے، بلکہ صرف گردن تک ہوتی ہے، اور جب تصویر میں ایسا عضو کم ہوجائے جس کے بغیر زندگی ممکن نہیں تو ایسی تصویر جائز ہوتی ہے۔

اصل یہ ہے کہ عضو کے کم ہوجانے سے حرمت اس لیے نہیں رہتی کہ وہ تصویر نہیں معلوم ہوتی بلکہ جھاڑ یا درخت وغیرہ معلوم ہونے لگتا ہے اور چہرہ تو تمام تصویر کی ناک ہے، جب یہ باقی ہے بس پوری تصویر کے قائم مقام ہے اور ہرگز اس کی اجازت نہیں ہوسکتی ہے۔

بعض لوگ اعتراضاً کہتے ہیں کہ روپیہ رکھنے کی کیوں ضرورت ہے جب کہ اس پر بھی تصویر ہوتی ہے؟

جواب یہ ہے کہ روپیہ تو ایک ضرورت کی چیز ہے، ضرورت میں تنگی کم ہوجاتی ہے اور یہ لوگ محض زینت وآرائش کے شوق میں تصویر لگاتے ہیں، تو کہاں یہ، اور کہاں وہ۔

(اصلاح الرسوم: ص ۳۱)

مسئلہ: ۔ جس گھر میں کتا، سُور (خنزیر)، شراب، زانی یا زانیہ یا تصویر ہو اس میں فرشتہ (رحمت کا) داخل نہیں ہوتا۔ (غنیۃ الطالبین: ص ۳۸۰)

علم نجوم

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشادِ مبارک نقل فرماتے ہیں کہ "جس نے علم نجوم کے حصوں میں سے کچھ حصہ (جو کہ شریعت کے خلاف ہو) حاصل کیا تو (گویا) اس نے جادو کو حاصل کیا، نجومی کاہن ہے اور کاہن جادوگر ہے اور جادوگر کافر ہے۔
(مشکوٰۃ شریف: ص ۳۹۴)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
(ومن سحر فقد اشرک) (نسائی شریف: ص ۱۷۱، ج ۲)

جادو وغیرہ یہ تمام شرک و کفر کی ہی شاخیں ہیں جو بالکل حرام ہیں۔ جس طرح جادو کرنا حرام ہے، ایسے ہی جادو کرانا بھی حرام ہے، اور آج کل عوام تو کیا بعض خواص بھی اس مہلک مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جہاں کسی سے کوئی دشمنی ہوئی یا اور کوئی بات ہوئی تو اس کا سہارا لیتے ہیں اور اپنی دلی بھڑاس نکالنے کی کوشش کرتے ہیں اور عورتیں بھی اس مرض میں مبتلا ہیں کہ ذرا سا کوئی خلافِ منشاء کام ہوا تو اسکی طرف دوڑتی ہیں جبکہ یہ وعیدیں سامنے ہیں، اور اس قسم کے تعویذات وغیرہ جن میں کسی مسلمان کو یا کسی بھی انسان کو تکلیف ہو، ناجائز اور حرام ہے۔

ان تمام چیزوں سے بچنا چاہئے اور جو اس قسم کے کام کرتے ہیں وہ بھی سخت گنہگار ہیں اور اس پر اُجرت لینا اور دینا دونوں ہی حرام ہیں۔ (حقیقتِ شب برأت: ص ۱۵)

شراب نوشی کا حکم

اسلام میں شراب اور ہر نشہ والی چیز کا استعمال حرام کیا گیا ہے۔ قرآن و احادیث میں اس کی حرمت مفصل طور پر بیان کی گئی ہے:

﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ﴾ الخ (پارہ نمبر ۷، رکوع ۲)

ترجمہ: بے شک شراب اور جُوا اور بُت اور پانسے سب گندے کام ہیں۔

(مشکوۃ شریف: ص ۳۸۶، ج) میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ (کل مسکرٍ حرام) (یعنی تمام نشہ آور چیزیں حرام ہیں)۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے رایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ”احسان جتلانے والا، والدین کی نافرمانی کرنے والا، شراب پینے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(مشکوۃ شریف: ص ۴۲۰)

ایک اور حدیث میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ ”تین آدمیوں پر جنت حرام ہے (منجملہ ان کے) ایک شراب پینے والا بھی ہے۔ (مشکوۃ شریف: ص ۳۱۸)

غیب کی باتیں بتانے والے کا حکم

درحقیقت علمِ غیب اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے، اُس کے سوا کسی کو علم غیب اپنی اصطلاحی حقیقت کے ساتھ نہیں۔ اس لئے غیب کی خبر بتلانا اور دریافت کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہوسکتا ہے، شریعت نے ان کو بالکل حرام فرمایا ہے قرآن مجید اور احادیث میں اس کی تفصیل آئی ہے کہ غیب کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے کہ

﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ (پارہ ۲۱ سورہ لقمان)

احادیث میں اس پر سخت ترین وعید فرمائی گئی ہے کہ جو شخص علم غیب پوچھے اور بتلائے، حضرت حفصہؓ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتی ہیں کہ جو شخص عراف یعنی غیب کی بات بتلانے والے کے پاس آیا اور پھر اس نے اس سے کسی چیز کی بابت دریافت کیا تو اس شخص کی نماز چالیس رات تک قبول نہ ہوگی۔ (مشکوۃ شریف: ص ۳۹۳)

والدین کی نافرمانی کرنے والے کا حکم

انسان کی تربیت میں چونکہ والدین کا درجہ سب مخلوق سے اول ہے اس لیے ہر قسم کی نیکی اور حسن سلوک ماں باپ کیساتھ کیا جائے، خصوصاً جبکہ والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہوگئے ہوں تو ایسی حالت میں ان سے نہایت نرمی، شیرینی اور خوش خلقی کی گفتگو کی جائے، زبان یا ہاتھ پاؤں سے انکی شان میں کوئی بدتہذیبی اور سختی کا مظاہرہ نہ کیا

جائے بلکہ انکے سابقہ حقوق کو یاد کر کے ان کیلئے دعاء رحمت ومغفرت کی جائے۔

والدین اپنی اولاد کو انتہائی مہربانی وشفقت سے پرورش کرتے ہیں، اس کا تقاضہ ہے کہ ان پر شفقت ومہربانی کی جائے، اور ہر طرح کی ان کی دست گیری اور امداد کی جائے اور فقط اس شفقت وخبر گیری پر اکتفادہ نہ کیا جائے بلکہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعاء رحمت بھی کی جائے۔ والدین سے نیک برتاؤ کرنے کے متعلق بکثرت احادیث صحیحہ موجود ہیں، ان میں سے چند نقل کی جارہی ہیں:۔

امام احمدؒ ومسلمؒ نے بروایت ابو ہریرہؓ بیان کیا ہے کہ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا ”ذلیل ہو وہ شخص جس نے ماں باپ دونوں یا ان میں سے ایک کو پایا پھر جنت میں داخل نہ ہوا“ (یعنی ان کی خدمت وفرمانبرداری نہ کی)

ایک صحابیؓ نے خدمت گرامی (ﷺ) میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں نے جہاد کا ارادہ کیا ہے حضور کی خدمت میں مشورہ کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تیری ماں ہے؟ صحابیؓ نے عرض کیا جی ہاں۔ حضورﷺ نے فرمایا اسکی خدمت اپنے اوپر لازم کر لے۔ جنت اسکے قدموں کے پاس ہے۔ پھر متفرق مجالس میں حضورﷺ نے دوبارہ سہ بارہ یہی ارشاد فرمایا۔ (رواہ النسائی، ابن ماجہ)

رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا ”رضائے الٰہی والدین کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضی والدین کی ناخوشی میں ہے۔ (ترمذی، تفسیر بیان السبحان: ص ۳۹۵، ج ۲)

شعبان کے روزے کا ثبوت

(وعن علی رضی اللہ قال قال رسول اللہﷺ اذا کانت لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلہا وصوموا یومہا فان اللہ تعالیٰ ینزل فیہا بغروب الشمس الی السماء الدنیا فیقول الا من مستغفر لہ الا مسترزق فارزقہ الا مبتلی فاعافیہ الا کذا حتیٰ یطلع الفجر) (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ:۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا ”جب نصف شعبان کی رات ہو (یعنی شب برأت) تو اس رات میں نماز پڑھو اور اس کے دن میں

(پندرہویں شعبان کو) روزہ رکھو، کیونکہ اللہ جل شانہٗ اس شب میں آفتاب چھپنے کے وقت سے آسمان دنیا (یعنی نیچے کے آسمان) پر نزول فرماتا ہے۔ (یعنی اپنی خاص رحمت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے) اور (دنیا والوں سے) فرماتا ہے کہ آگاہ! ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ میں اسے بخشوں؟۔ آگاہ! ہے کوئی رزق مانگنے والا کہ میں اسے رزق دوں؟ آگاہ! ہے کوئی گرفتار مصیبت کہ میں اسے عافیت دوں؟ آگاہ! ہے کوئی ایسا ویسا (یعنی اللہ تعالیٰ ہر تکلیف کا نام لے کر اپنے بندوں کو پکارتا رہتا ہے مثلاً فرماتا ہے کہ ہے کوئی مانگنے والا کہ میں عطا کر دوں؟ ہے کوئی غمگین کہ میں اسے خوشی اور مسرت کے خزانے بخشوں وغیرہ وغیرہ) یہاں تک کہ طلوع فجر ہو جاتی ہے۔ (ابن ماجہ)

تشریح:۔ شب براُت کی عظمتوں اور فضیلتوں کا کیا ٹھکانہ؟ یہی وہ مقدس رات ہے جب کہ پروردگار عالم اپنی رحمت کاملہ اور رحمت عامہ کیساتھ اہل دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے دنیا والوں کو اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے ان کے دامن میں رحمت و بخشش اور عطا کے خزانے بھرتا ہے

بشارت ہو ان نفوسِ قدسیہ کو اور ان خوش بختوں کو جو اس مقدس رات میں اپنے پروردگار کی رحمت کا سایہ ڈھونڈھتے ہیں، عبادت و بندگی کرتے ہیں اپنے مولیٰ کی بارگاہ میں اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کی درخواست پیش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی درخواستوں کو اپنی رحمت کاملہ کے صدقہ میں قبول فرماتا ہے۔

افسوس ہے ان بدنصیبوں پر، جو اس بابرکت وباعظمت شب کی تقدیس کا استقبال لہو ولعب یعنی کھیل کود سے کرتے ہیں، آتش بازی جیسے قبیح فعل میں مبتلا ہو کر اپنی نیک بختی وسعادت کو بھسم کرتے ہیں، کھیل کود اور حلوے مانڈے کے چکر میں پڑ کر رحمت خداوندی سے دوری اختیار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ ہم شب براُت کی عظمت وفضیلت کا احساس کریں، اس رات کی تقدیس کا احترام کریں اور عبادت و بندگی کا مخلصانہ نذرانہ پروردگار کی بارگاہ میں پیش کر کے اس کی رحمت عامہ سے اپنی دین و دنیا کی سعادتوں اور کامرانیوں کو حاصل کریں۔ (مظاہر حق جدید: ص ۲۰۱، ج ۲)

شب برأت کا روزہ رکھنے کی وجہ

(عن اسامه بن زيد رضی الله عنه قال قلت يارسول اللهﷺ لم ارک تصوم عن شهر من الشهور ماتصوم من شعبان قال ذاک شهر يغفل الناس عنه بين رجب ورمضان، وهو شهر ترفع فيه الاعمال الی رب العالمين واجب ان يرفع عملی وانا صائم) (رواہ النسائی)۔

ترجمہ:۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور پرنورﷺ سے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولﷺ! آپ شعبان کے مہینے میں جتنے روزے رکھتے ہیں میں نے آپ کو کسی اور مہینے میں اتنے روزے رکھتے نہیں دیکھا؟۔ آپﷺ نے فرمایا! یہ، رجب اور رمضان کے درمیان وہ مہینہ ہے جس سے لوگ غافل ہوجاتے ہیں اور اسی مہینے میں بارگاہ رب العالمین میں اعمال لے جائے جاتے ہیں، تو میں یہ چاہتاہوں کہ جب میرے اعمال لے جائیں تو میں روزے سے ہوں''۔

اور ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اس مہینے میں اس سال کے تمام وفات پانے والوں کا فیصلہ لکھدیا جاتا ہے، میں چاہتاہوں کہ جب میری اجل (موت) کا فیصلہ لکھاجائے تو روزے سے ہوں۔

تشریح:۔ رمضان کا مہینہ تو افضل ترین مہینہ ہے ہی، ماہ رجب بھی اشہرحرم (باعظمت چارمہینوں ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب) میں سے ایک ہے اور جس کی اسلام سے قبل بہت تعظیم کی جاتی تھی، اور شعبان ان دومبارک مہینوں کے درمیان واقع ہے اور خود شعبان کے بھی متعدد فضائل ہیں۔ یہاں تک کہ ترمذی اور بیہقی (حدیث کی کتابوں کے نام ہیں) میں حضرت انسؓ سے حضورﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ رمضان کے بعد سب سے بہتر شعبان کے روزے ہیں جو رمضان کے احترام (اور اس کی تیاری) میں رکھے جائیں۔

اسلیے حضورﷺ چاہتے ہیں کہ یہ مہینہ لوگ غفلت میں نہ گزاردیں، پھر جس طرح فرض نماز سے پہلے کی سنتیں، نماز سے انسان کے دل کو مانوس کرنے میں اور عالم روحانی سے

اسے قرب کرنے میں ایک خاص اثر رکھتی ہیں وہی نسبت شعبان کے روزوں کی فرض روزوں سے ہے۔

شعبان میں رسول اللہ ﷺ کے متواتر روزے رکھنے کی ایک خاص وجہ علاوہ شعبان کی فضلیات کے یہ بھی تھی کہ آپ ﷺ کا معمول ہر مہینے تین روزے رکھنے کا تھا تو کبھی وہ روزے رہ بھی جاتے تھے تو آپ ﷺ ان سب کو جمع کر کے شعبان میں پورا فرمالیتے تھے۔

اور ماہ شعبان میں آپ ﷺ کے روزوں کے متعلق روایات مختلف ہیں، یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ شعبان کے اکثر حصے میں روزے رکھتے تھے، اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے سوائے رمضان کے اور کسی مہینے میں تمام مہینے کے روزے نہیں رکھے، اس لیے علماءؒ نے اس روایت میں تمام ماہ سے اکثر ایام مراد لیتے ہیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی سال پورے شعبان کے روزے رکھے رہوں اور کسی سال کچھ ناغہ بھی کردیے ہوں ع۔ (الترغیب والترہیب: ص ۳۵۶، جلد ۲)

عورت کیلئے نفل روزہ کا حکم

(عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ ﷺ قال لایحل لامراۃ ان تصوم وزوجھا شاھد الاباذنہ) ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے

اور ایک روایت میں ہے کہ "علاوہ رمضان کے کوئی روزہ نہ رکھے"۔

تشریح:۔ اجازت (نفلی روزہ کیلئے) یا تو زبانی لے لی جائے اور یہی بہتر ہے اور اگر عورت کو یہ یقین ہے کہ میں روزہ رکھ لونگی تو نہیں یعنی شوہر کو ناگوار نہ ہوگا یا یہ کہ شوہر کی طرف سے پہلے سے اجازت ہے تو بغیر نئی اجازت کے بھی روزہ رکھ سکتی ہے۔

(اور نفلی روزہ کی) ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ نہ معلوم کس وقت ایسا اتفاق پیش آجائے جس میں روزہ رکاوٹ ہو۔ البتہ رمضان المبارک کا روزہ فرض ہے اس میں کسی اجازت کی ضرورت نہیں۔ (الترغیب والترہیب: ص ۳۸۳، ج ۲)

عبادت میں نیند کیوں آتی ہے؟

نیند یکسوئی سے آتی ہے کھیل تماشے میں یکسوئی نہیں ہوتی، ہر جز میں جد اجد الذت ہوتی ہے جس پر توجہ منتقل کی جاتی ہے۔ اس سے توجہ تقسیم ہوجاتی ہے اسلئے نیند نہیں آتی بخلاف نماز کے، جب اسکو شروع کردیا چونکہ وہ ہم کو ایسی یاد ہوتی ہے کہ سوچنے اور غور کرنے میں اس کی ضرورت نہیں ہوتی جیسے گھڑی میں چابی بھر دیتے ہیں تو خود بخود چلتی ہے، اسلئے بالکلیہ نماز میں توجہ بانٹنے والی کوئی چیز نہیں ہوتی اس میں یکسوئی ہوگئی اور نیند آنے لگی اور کھیل آجاتی ہے اسی طرح وعظ کہ جہاں شروع ہوگیا اور اس طرف کان لگ گئے بس یکسوئی ہوگئی اور نیند آنے لگی اور کھیل تماشہ میں توجہ بٹی رہتی ہے یکسوئی نہیں رہتی، اس لیے نیند بھی نہیں آتی مطلب یہ ہے کہ یکسوئی میں نیند آتی ہے۔ (التبلیغ: ص ۱۶۵، ج ۸)

عبادت میں نیند نہ آنے کی ترکیب

اور عبادت میں نیند نہ آنے کی تدبیر یہ ہے کہ متفرق اعمال کرلیے جائیں تا کہ توجہ منقسم رہے، کچھ نوافل پڑھ لے، تلاوت کرنے لگے، ذکر کرنے لگے، پھر وعظ شروع کردیا جائے یا سننے لگے۔ بہتر یہی ہے کہ گھر کے لوگ جمع ہو کر عبادت کریں، اگر ساری رات نہ جاگ سکے اور نیند کا غلبہ ہو اور اکثر حصہ جاگ سکے، تو بھی شب قدر کی فضیلت ملے گی، پس سستی نہ کرے اور نیند نہ آنے کی تدبیر بھی کرے مثلاً یہ کہ رات کو کھانے میں قدرے کمی کرے، پھر اگر ضرورت ہو تو کالی مرچ چبائے اس سے بھی نیند بھاگتی ہے۔ اور جو بھی تدبیریں نیند نہ آنے کی ہوں سب کرے، اور اگر باوجود تدبیر کرنے کے پھر بھی نیند غالب ہو تو وہ نیند معتبر ہے، یعنی پھر سو جائے، لیکن یہ نہیں کہ ذرا سی نیند آئی اور پڑ کر سو گئے، غلبہ نیند کی صورت میں اس طرح سمجھو، ایک صاحب کی حکایت ہے کہ وہ پڑھ رہے تھے کہ ”کریما بہ بخشائے بر حال ما“۔ اور نیند میں نکل رہا تھا ”اری ماں“۔ (التبلیغ: ص ۱۶۷، جلد ۸)

(مطلب یہ کہ ذرا سی اونگ سی آنے لگے اس کا اعتبار نہیں بلکہ نیند غالب ہو جائے اور نیند کیوجہ سے ذکر کرتے وقت یا پڑھتے وقت الفاظ کچھ کے کچھ نکل رہے ہوں جس کی وجہ

سے معنی بھی بدل جائیں۔ اگر یہ حالت ہو تو سو جائے، نیت پر دارومدار ہے، یہ مکلّف نہیں اور امید ہے کہ اس کو پورا ثواب ملے۔ اور شروع شب میں ہی عبادت وغیرہ کرلے کیونکہ آخر رات میں عبادت کرنا افضل انہیں کے لیے ہے جن کو اٹھنا آسان ہو یا اٹھنے کی امید ہو، محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

جاگنے کا طریقہ

نیند نہ آنے کیلئے متفرق عبادتوں میں مشغول ہوں کسی سے کوئی مباح بات بھی کرلی (جائز بات، غیبت وغیرہ نہ ہو جیسے کھانے کے ساتھ کبھی کبھی مربہ، اچار و چٹنی کا بھی ذائقہ لے لیتے ہیں) اتنی بات کرنے میں کوئی حرج نہیں، یہ نہ ہو کہ سارا وقت باتوں میں ہی گزار دیں کیونکہ صرف خالی جاگنا ہی مقصود نہیں (عبادت کرنا بھی ہے) جیسے میں نے ایک صاحب کو دیکھا کہ محض جاگنے کیلئے افیون کھایا کرتے تھے جو خلاف شرع حرکت تھی۔ تو ایسے جاگنے سے کیا فائدہ، ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہئے، جاگنا تو عبادت کیلئے ہو مگر تجدید نشاط کیلئے بیچ بیچ میں تھوڑی بات بھی کرلی تو کوئی مضائقہ نہیں جیسے حضور ﷺ حضرت عائشہؓ سے باتیں کرلیتے تھے، باتیں مقصود نہیں تھیں، بلکہ طبیعت کی تازگی کیلئے ایسا فرماتے۔ اس طرح نفس کو خوش رکھ کر جاگے۔ (التبلیغ: ص۴۳، ج۸

(بعض حضرات یہ خیال کرتے ہیں کہ پوری رات جاگنا تو مشکل ہے اور تھوڑی بہت دیر جاگنے سے کیا فائدہ؟ یہ خیال غلط ہے کیونکہ اگر رات کے اکثر حصہ میں جاگ کر عبادت کرلی تو یہ فضیلت حاصل ہو جائیگی، اور پوری رات ہی جاگنا کون سا مشکل کام ہے، انسان ڈیوٹی یعنی ملازمت، کاروبار اور دنیاوی دھندوں میں کئی کئی رات مسلسل جاگتا ہے اور فخریہ کہتا ہے کہ مجھے اتنی رات جاگتے ہوئے ہوگئی ہیں۔ ذرا دیکھئے گا گذشتہ مبارک شب میں کتنے لوگ ایسے تھے جو آج دنیا میں نہیں ہیں اور وہ ان کے لیے آخری مبارک شب تھی، ہمیں کیا خبر ہے کہ آئندہ ہم میں سے کس کس کا بلاوا آجائے اور اس نعمت سے محروم ہونا پڑے۔ ہر عقلمند انسان جانتا ہے کہ آئندہ ہر ضرورت کا انتظام اس کے پیش آنے سے پیشتر ہی کیا جاتا ہے۔ سردی کے گرم کپڑے سردی شروع ہونے سے پہلے ہی تیار کیے

جاتے ہیں، شادی وغیرہ کا انتظام پہلے ہی سے کیا جاتا ہے، تو کیا موت کی تیاری موت کے بعد ہوگی؟ اگر ایسا نہیں تو بتائیے کہ اس وقت جبکہ آپ یہ مضمون پڑھ رہے ہیں، اس کے علاوہ کون سی تاریخ اور کونسا دن آپ کا پانا یقینی ہے؟ زندگی کے یہ صبح و شام ہی عمل کرنے کا موقع اور وقت ہیں ہر دن موت کو کھینچ کر ہمارے پاس لیے چلا آرہا ہے۔ بس اب ہماری کامیابی اور ناکامی کا فیصلہ خود ہمارے اپنے ہاتھوں میں ہے ہم جیسا چاہیں فیصلہ کرلیں، کیونکہ خدا کا دیا ہوا وقت موجود ہے، یہ دنیا دار العمل بھی ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

شریعت کا مقصود

اگر تکان ایسا ہوجائے کہ نیند سے بے قابو ہوجائے تو جاگے نہیں بلکہ سو جائے کیونکہ ارشاد ہے:

(فلیرقد) (پس وہ سو جائے)۔ ایسی حالت میں سونے میں ہی فضیلت ہے۔

بہر حال عبدیت مطلوب ہے خواہ سونے میں ہو یا جاگنے میں اپنے کو خدا کے سپرد کردے جیسا کہ حکم ہو ویسا ہی کرے، غرض اتباع نفس کے لیے کچھ نہ ہو محبوب کا جو حکم ہو وہ کرو، یہی دراصل عبدیت ہے اور باقی کوئی شئے بالذات مقصود نہیں، بعض اوقات نماز پڑھنا ممنوع ہوجاتا ہے۔ (التبلیغ: ص۴۴)

مبارک راتوں میں مساجد میں اجتماع

سوال:۔ نصف شعبان وعیدین اور رمضان المبارک کے عشرۂ اخیرہ وغیرہ میں جو عام رواج بن گیا ہے کہ مساجد میں ذکر و تلاوت وغیرہ کے لیے لوگ جمع ہوتے ہیں، شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:۔ ان مبارک راتوں میں مساجد میں آکر عبادت کرنے کے تین طریقے ہیں:۔

(۱) مسجد میں آکر عبادت کرنے کا اہتمام نہیں کیا بلکہ اتفاقاً مسجد میں آکر تلاوت قرآن اور ذکر میں لگ گئے، یہ جائز ہے لیکن یہ نوافل اور ذکر اگر گھر میں کرتا تو زیادہ ثواب ملتا، بلکہ مسجد حرام اور مسجد نبوی ﷺ کی بہ نسبت بھی گھر میں نفل عبادت کا زیادہ ثواب ہے اور حدیث سے ثابت ہے۔

(۲) مساجد میں آنے کا اہتمام کیا گیا ہو، یہ بدعت ہے اس لیے کہ نوافل کے لیے

مسجد کا اہتمام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مسجد میں نوافل پڑھنے کو زیادہ ثواب سمجھتا ہے اور یہ شریعت مطہرہ پر زیادتی ہے بلکہ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا مقابلہ ہے اس لیے کہ حدیث شریف میں اسکی صراحت ہے کہ نوافل کا گھر میں پڑھنا زیادہ افضل ہے۔

(۳) خاص راتوں میں مسجد میں عبادت کا اہتمام ہیئتِ اجتماعیہ کے ساتھ کیا جائے، مثلاً نوافل کی جماعت کی جائے یا تقریریں، یہ صورت بدعت ہے، دوسری صورت سے بھی زیادہ قبیح ہے۔ اس میں ایک تو وہ خرابی ہے جو نمبر ۲ میں مذکور ہوئی۔ دوسری یہ خرابی بھی ہے نفلی عبادت کے لیے ہیئتِ اجتماعیہ پیدا کرلی جو شرعاً ممنوع ہے۔

بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ گھروں میں شور ہوتا ہے بچے روتے ہیں جس کی وجہ سے دل جمعی اور خشوع باقی نہیں رہتا۔ یہ شیطان کا فریب ہے، دراصل خشوع نام ہے سنت کے مطابق عبادت کرنے کا۔ اگر سنت کے مطابق عبادت کرلی تو خشوع وخضوع بھی حاصل ہے، اگر خلافِ سنت لاکھ آہ وبکا اور ہیئت خشوع اختیار کریں، شرع کی نظر میں اس کو خشوع نہیں کہا جائے گا۔

سوچنے کی بات ہے کہ حضور ﷺ نے تو انتہائی سخت مجبوری کے باوجود تہجد وغیرہ کے نوافل گھر میں ادا کیئے اور اسی کو زیادہ ثواب سمجھے اور آج ہم یہ کہنے لگیں کہ ہمیں تو گھر میں خشوع حاصل نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ یہ شیطان کا دھوکہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے حجرۂ مبارکہ میں نفل پڑھ رہے ہوتے اور حضرت عائشہؓ سامنے پاؤں پھیلائے ہوئے لیٹی ہوئی ہوتیں، جب آپ ﷺ سجدہ کرنے لگتے تو اپنے ہاتھ سے ان کے پاؤں کو چھوتے تب وہ اپنے پاؤں کو سمیٹ لیتیں۔ اور جب حضور ﷺ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے تو حضرت عائشہؓ اپنے پاؤں پھیلا دیتی تھیں

رات اندھیری، چراغ کا انتظام نہیں، گھر میں اتنی وسعت تک نہیں کہ ایک آدمی لیٹ جائے تو دوسرا سجدہ کرسکے، اور مسجدِ نبوی ﷺ اتنی قریب کہ حجرہ سے قدم نکالا تو مسجد میں پہنچ گئے، پھر مسجد بھی مسجد نبوی ہے، جس کا فضل ظاہر ہے اس کے باوجود محسنِ اعظم ﷺ کا عمل مبارک یہ تھا کہ حجرہ میں نوافل پڑھتے تھے، مسجد میں تشریف نہ لے جاتے تھے۔

نیز بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ گھر میں اکیلے پڑھنے سے نیند آجاتی ہے، اور اگر مسجد میں ہیئت اجتماعیہ کی شکل میں ذکر و نوافل میں لگ جائیں، اور کچھ تقاریر ہوں اور کچھ نوافل کی جماعت وغیرہ ہو تو نیند ختم ہو جاتی ہے اس طرح سے بہت زیادہ عبادت کی توفیق ہو جاتی ہے، اگر اکیلے گھر میں نوافل وغیرہ پڑھتے تو اس کا آدھا حصہ بھی نہ کر پاتے۔

خوب سمجھ لیجئے کہ تکثیرِ عبادت یا اس کی کمیت مقصود ہی نہیں بلکہ عبادت کی کیفیت پر اس کا دارومدار ہے۔ اگر تھوڑی دیر عبادت کر لی تو یہ اس عبادت سے لاکھوں درجہ اچھی ہے جو سنت کے خلاف ہو، سنت یہ ہے کہ جب تک طبیعت میں نشاط ہو نوافل وغیرہ میں مشغول رہے اور جب نیند کا غلبہ ہو اور طبیعت اُکتا جائے تو آرام کر لے، حدیث سے یہ ثابت ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ص ۳۷۳، جلد اول)

نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے

باوجودیکہ مسجد نبوی ﷺ میں ایک نماز کا ثواب ہزار نمازوں کے ثواب سے زیادہ ہوتا ہے لیکن نفل نمازوں کو گھروں میں پڑھنا مسجدِ نبوی ﷺ میں نفل نماز پڑھنے سے افضل قرار دیا گیا ہے، کیونکہ گھروں میں پڑھی گئی نماز ریاء اور نمائش کے جذبہ سے بالکل پاک وصاف ہوتی ہے۔ (مظاہر حق جدید: ص ۱۹۶، ج ۲)۔

مسئلہ:۔ نوافل کی جماعت تہجد ہو یا غیر تہجد سوائے تراویح وکسوف (گہن) واستسقاء (بارش کے لیے) اگر چار مقتدی ہوں تو حنیفہؒ کے نزدیک تحریمی ہے خواہ جمع ہوں یا طلب آویں، اور تین میں اختلاف ہے اور دو میں کراہت نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ص ۲۹۹)

مسئلہ:۔ اور اگر مقتدی جماعتِ نوافل میں چار تک ہو جائیں تو بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے۔

(طحطاوی علی مراقی الفلاح: ص ۲۱۱ وشامی: ص ۵۲۲، ج اول)

مسئلہ:۔ اگر امام صاحب (جو نماز نوافل کی جماعت کر رہے ہیں) کی صراحۃً یا کنایۃً یا اشارۃً اجازت کے بغیر لوگ شریک ہو گئے تو کراہت کے وہ شریک ہونے والے ذمہ دار ہیں، لیکن امام صاحب کو چاہئے کہ مسئلہ بتا کر شریک ہونے سے روک دیں ورنہ امام صاحب کراہت کی ذمہ داری سے سبکدوش نہ ہو سکے۔ شامی میں ہے کہ نفل پڑھنے والے کی ایک

دو آدمیوں نے اقتداء کی پھر دوسرے لوگ شریک ہو گئے تو علامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کراہت کے ذمہ دار پیچھے آنے والے ہیں (فتاویٰ رحیمیہ: ص ۳۲۵، ج ۴۔ بحوالہ شامی: ص ۶۶۴، ج ۱)

مبارک راتوں میں مسجد کو سجانا

شب برأت (شعبان کی پندرھویں شب) اور شب قدر وغیرہ میں مساجد کو مزین کرنا یا روزمرہ کی ضرورت سے زائد چراغ جلانا (زیادہ روشنی کا اہتمام کرنا) جائز نہیں، اور بہت سے مفاسد اور بدعت پر مشتمل ہے۔

اول یہ کہ ساری خرابیوں سے قطع نظر کر لی جائے اور ان مصالح کو بھی صحیح تسلیم کر لیا جائے جو زیادہ چراغ جلانے میں پیش کیے جاتے ہیں بلکہ یہ فرض کر لیا جائے کہ مساجد کی ایسی تزئیں (یعنی سجاوٹ) فی نفسہ مستحب واولیٰ بھی ہو تب بھی خاص راتوں شب قدر و شب برأت وغیرہ میں اس کا اہتمام کرنا بدعت ہوگا کیونکہ نبی کریم ﷺ کے عہد میمون سے لے کر تمام قرون مشہود لہا بالخیر (یعنی وہ زمانہ جس میں نیکی کرنے کی تڑپ تھی) اور پھر تمام ائمہ علماء دین وصلحاء کے زمانہ خیر میں اس کی کوئی نظیر ملتی، اگر یہ کوئی ثواب کی چیز تھی تو نبی کریم ﷺ سب سے زیادہ اس کے مستحق تھے کہ عملاً وقولاً اس کی دعوت دیتے، اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سب سے زیادہ اس کے اہل تھے کہ اس کو قبول کرتے۔

اور ضرورتیں زیادہ چراغ جلانے میں اس وقت بتلائی جاتی ہیں کہ لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں یہ اس وقت بھی موجود تھیں، اور صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے زمانہ میں تو جمع قرآن شریف کی کتاب کے بعد یہ ضرورت بہت زیادہ عام ہو گئی تھی، جب ان حضرات نے اس ضرورت کو ضرورت نہ سمجھا بلکہ نفس اجتماع مساجد ہی سے احتراز کیا تو اب کسی کو یہ حق نہیں چلتا کہ اس بدعت کا سنت بنائے یا کار خیر اور باعث ثواب ہونا ثابت کرے۔ ورنہ بقول امام مالکؒ گویا اس کا دعویٰ کرنا ہوگا کہ نعوذ باللہ نبی کریم ﷺ نے زمانہ رسالت میں خیانت کی اور جو چیزیں ثواب کی تھیں وہ امت کو نہ پہنچائیں۔ نیز یہ دعویٰ لازم آئے گا کہ ہم اس طریقہ سے اچھا طریقہ رکھتے ہیں جو صحابہ کرامؓ وتابعینؒ اور سلف صالحینؒ کا تھا۔

الغرض اگر اس طرح زیادہ چراغ جلانا فی نفسہ بالکل جائز بلکہ مستحب بھی ہوتا جب

بھی خاص راتوں کی اپنی طرف سے تخصیص کرنا اوران میں زیادہ زینت چراغاں کرنا بدعت وگمراہی ہوتا اوراس کا چھوڑنا ضروری ہو جاتا، جیسا کہ سلفِ صالحینؒ کے اعمال واقوال اس پر شاہد ہیں۔

کتاب الاعتصام جلد ثانی میں علامہ شاطبی علیہ الرحمۃ نے ایک تعدادِ کثیر آثارِ سلف کی اس پر پیش کی ہے کہ اگر کسی حکم میں پہلے سے سنت مستحب ہونیکا بھی یقین ہو لیکن اس پر عمل کرنے سے لوگوں کے غلو اور تعدی عن الحدود (حد سے زیادہ تجاوز) کا خطرہ ہو تو اس مستحب کو بھی چھوڑ دینا چاہئے۔

ابتداء شوال کے چھ روزے (شش عید کے) جن کی فضیلت حدیث میں منقول ہے، حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان کا التزام مکروہ ہے، وجہ یہ ہے کہ اس کے التزام واہتمام سے (عوام الناس کو) جز و رمضان ہونے کا شبہ ہوسکتا ہے۔

(الاعتصام: ص ۱۷۰)۔

دوسرے یہ کہ شب براٗت اور شب قدر وغیرہ میں مساجد کے اندر اجتماع کا اہتمام والتزام، یہ خود ایک مستقل بدعت ہے جس کی مثال خیر القرون میں نہیں ملتی، کیسے کہا جاسکتا ہے کہ یہ اجتماع کوئی پسندیدہ چیز ہے بلکہ مسنون اور مستحب صرف وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ علیحدہ علیحدہ اس مبارک رات میں بیدار رہ کر اپنی اپنی نوافل اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہیں، اس طرح زیادہ روشنی کرنا علاوہ بدعت وضلالت ہونے کے اور بھی بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے مثلاً (۱) فضول خرچی مال کا ضائع کرنا، اور جو ضرورت سوال میں بیان کی گئی ہے کہ لوگ جمع ہو کر قرآن مجید پڑھتے ہیں وہ خود ایک مستقل بدعت ہے کہ اس کو کیسے اسلامی ضرورت قرار دیا جاسکتا ہے اور بجلی کی روشنی کا بھی یہی حکم ہے کہ ضرورت سے زیادہ پاور کی بتی (لائٹ) استعمال کرنا یا زیادہ ضرورت سے بتیاں جلانا اضاعتِ مال اور اسراف میں داخل ہے۔

(۲) اس کثرت سے قنادیل روشن کرنا اور چراغاں کرنا ہندوؤں (غیر مسلموں) کی دیوالی کے مشابہ ہے اس لیے بھی ممنوع ہونا چاہئے، اور مسجد میں چراغ جلانے کی جو فضیلت

آئی ہے وہ صرف چراغ جلانے کے متعلق ہے، جس کا کوئی منکر نہیں۔

نیز جو "سیرتِ حلبیہ" وغیرہ میں لکھا گیا ہے کہ حضرت فاروقِ اعظمؓ نے زیادہ قندیلیں تراویح کے لیے روشن کرادی تھیں اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اللہ تمہاری قبر کو روشن کرے جیسا کہ تم نے ہماری مساجد کو روشن کیا"۔ یہ غلط ہے، واقعہ صحیح یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی مراد ظاہری قندیلوں کا اضافہ کرنا نہیں تھا، بلکہ نورِ قرآن سے مساجد کو روشن کرنا مراد تھا۔ اس غلط روایت پر ایک بدعت کی بنیاد رکھنا سراسر بناء فاسد علی الفاسد ہے۔

(حضرت علیؓ کی مراد یہ تھی کہ حضرت فاروقِ اعظمؓ نے اپنے زمانہ میں نمازِ تراویح کا باقاعدہ انتظام واہتمام فرما کر مساجد کو قرآن شریف وتراویح سے روشن ومنور کر دیا تھا اسی طرف آپؓ کا اشارہ تھا کہ "اللہ تعالیٰ فاروقِ اعظمؓ کی قبر کو روشن کرے جیسا کہ انہوں نے ہماری مساجد کو روشن کیا، رفعت قاسمی غفرلہٗ)

تنبیہ:۔ اس بیان میں سوالات کے ہر ہر نمبر کا جواب مفصل آ گیا ہے غور کر لینا چاہئے، خلاصہ یہ کہ شب برأت اور شب قدر وغیرہ میں مساجد کو زیادہ مزین کرنا ایک بدعت ہے اور زیادہ روشنی کرنا اور چراغاں کی صورت اختیار کرنا دوسری بدعت۔ اور لوگوں کا اہتمام والتزام کر کے جمع ہونا تیسری بدعت۔

البتہ اگر اتفاقی طور پر کچھ لوگ مسجد میں چلے جائیں اور بغیر تداعی کے جمع ہو جائیں (یعنی بغیر بلائے) تو اس حد تک مضائقہ نہیں، جہاں تک اس اجتماع کے سنت سمجھے جانے کا خطرہ نہ ہو۔ ان بدعات کے علاوہ چراغاں کرنے میں اسراف بھی ہے اور تشبہ بالہنود (غیر مسلموں سے مشابہت) بھی۔ اس لیے اتنے مفاسد کے ہوتے ہوئے کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا کہ ان منکرات کو حسنات عبادات سمجھ کر مساجد میں کیا جائے اور بالخصوص اس مبارک رات میں۔ کیونکہ مبارک مکانات اور مبارک اوقات میں جس طرح عبادت کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اسی طرح بدعت ومعصیت کا گناہ بھی زیادہ ہونا چاہئے، جیسا کہ علامہ محقق ابن ہمامؒ نے فتح القدیر میں حرمین کے اندر زیادتی گناہ کی تصریح فرمائی ہے اور تمام علماء کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ کوئی نیک کام اور نفلی عبادت جب بدعت کے ساتھ مل جائے

تو اس کا بالکل چھوڑ دینا، کرنے سے زیادہ افضل ہے، جیسا کہ شامی کے حوالہ سے اوپر نقل کیا گیا ہے۔ (واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم واحکم) (امداد المفتین: ص ۲۱۱، جلد ثانی)

آتش بازی کی تاریخ

اچھی طرح سمجھ لو کہ آتشبازی اور چراغاں کرنے کی رسم جو آج ہندوستان میں رائج ہے، یہ اسلامی شعار نہیں بلکہ ہندوانہ شعار ہے۔ یہ ہندوؤں کے ایک مشہور تہوار دیوالی کی نقل ہے۔ ہندوؤں کے ساتھ خلط ملط میل جول کے ساتھ جہاں بہت سی باتیں انہوں نے ہم سے سیکھیں وہیں ہم نے بھی ان سے بہت کچھ سیکھ لیا، مگر افسوس ہے کہ انہوں نے ہم سے ہماری اچھی باتیں سیکھیں اور ہم نے ان سے ان کی بری باتیں۔ آتش بازی خاص ہندوانہ رسم ہے جو اسلام میں داخل ہوگئی۔ اس قول کی سب سے بڑی دلیل، سب سے بڑی حجت یہی ہے کہ اس رسم کا وجود آج تک بھی ممالکِ اسلامیہ میں سے کسی ملک میں نہیں، دنیا کے کسی بھی خطہ میں جہاں دو چار مسلمان بھی آباد ہیں۔ ہاں اگر ہے تو فقط برصغیر میں یا سرزمین فارس میں، جو کسی وقت آتش پرستوں کا مرکز رہ چکا ہے۔ (فضائل الایام والشہور: ص ۱۱۴)۔

شب برأت میں چراغاں اور آتش بازی ولہو ولعب کے لیے جمع ہوتے ہیں یعنی کرتے ہیں، یہ سب نہایت قبیح بدعت ہے کہ اسکی اصل نہ کسی معتبر کتاب میں ہے نہ غیر معتبر کتاب میں کوئی ضعیف (کمزور) یا موضوع حدیث بھی اس بارہ میں مروی نہیں ہے اور بلادِ ہند کے سوا نہ حرمین شریفین میں اس کا رواج ہے، نہ دوسرے ممالک کے کسی شہر میں۔ اسکو ہندوؤں کی دیوالی سے لیا ہے۔ اس لئے کہ مسلمانوں نے ہند کی کافرہ عورتوں سے شادیاں کیں اور باندیاں بنایا، یہ رسم ان کی مسلمانوں میں رائج اور شائع ہوگئی۔

(الجواہر الزواہر: ص ۲۵۳)

برامکہ ایک قوم آتش پرست گذری ہے جو کہ مسلمان ہوگئی تھی، مگر آتش پرستی کے اثرات پھر بھی ان کی زندگی میں نمایاں تھے، اس وجہ سے اس موقع پر وہ لوگ خاص طور پر روشنی کا اہتمام کافی حد تک کرتے تھے۔ خلیفہ ہارون الرشید عباسی اور اس کے بیٹے مامون الرشید عباسی کے دورِ خلافت میں برامکہ کو عروج حاصل تھا۔ اس قوم برامکہ میں یحیٰ برمکی،

محمد خالد برمکی، جعفر برمکی کو خاص عہدے خلفائے بنو عباس نے عطا کیے تھے جس کی وجہ سے ان کو شب (شب برأت) میں اسکے منکرات کا اہل اسلام میں رواج دینے کا موقع ملا جسمیں وہ کافی حد تک کامیاب ہوئے۔

چنانچہ علمائے اسلام نے برابر اس منکر کی روک تھام کی اسکو خلاف شرع قرار دیا مسلمانوں کا لاکھوں روپیہ ہر سال بے محل ہی نہیں بلکہ ایک ناجائز اور حرام کام میں صرف ہوتا ہے۔ (حقیقتِ شب برأت: ص۴۶)

آتش بازی کا حکم

منجملہ ان رسومات کے آتش بازی ہے، اس میں بھی متعدد خرابیاں جمع ہیں:۔

(۱) مال کا ضائع کرنا، جس کا حرام ہونا قرآن مجید میں منصوص ہے۔

(۲) اپنی جان کو یا اپنے بچوں کو یا پاس پڑوس کو خطرہ میں ڈالنا، کافی واقعات ایسے ہو چکے ہیں جن میں آتش بازی کرنے والوں کا ہاتھ اڑ گیا، منہ جل گیا کسی کے چھپر (گھر وغیرہ) میں آگ لگ گئی، جس کی حرمت (حرام ہونا) قرآن شریف میں موجود ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (پارہ سیقول سورہ بقرہ)۔ یعنی "مت ڈالو اپنی جانوں کو ہلاکت میں"۔

اسی لیے حدیث شریف میں بلا ضرورت آگ سے تلبس (خلط ملط) قرب سے ممانعت آئی ہے، چنانچہ کھلی آگ اور جلتا ہوا چراغ چھوڑ کر سونے کو منع فرمایا ہے۔

(۳) بعض آتش بازی میں کاغذ بھی صرف ہوتا ہے جو آلاتِ علم سے ہے اور آلاتِ علم کی (جو چیز علم کے لیے استعمال ہو) بے ادبی خود امر قبیح (برا کام) ہے۔ پھر غضب یہ ہے کہ لکھے ہوئے کاغذ بھی استعمال ہوتے ہیں خواہ اس پر کچھ ہی لکھا ہو (کیونکہ آتش بازی بنانے والے اکثر جاہل اور غیر مسلم بھی ہوتے ہیں) قرآن یا حدیث لکھے ہوں۔

چنانچہ مجھ سے (حضرت تھانویؒ) ایک معتبر شخص نے بیان کیا کہ میں نے کاغذ کے بنے ہوئے کھیل دیکھے، دیکھنے سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے ورق ہیں۔

(۴) بچوں کو ابتداء ہی سے تعلیم معصیت (گناہ) کی ہوتی ہے، جن کے واسطے حکم ہے

کہ انکو علم وعمل سکھاؤ۔ گویا نعوذ باللہ حکم شرعی کا پورا مقابلہ ہے۔ بالخصوص شب برأت میں یہ خرافات کرنا، جو کہ نہایت متبرک شب ہے۔ یہ بات مقرر ہے کہ متبرک اوقات میں جس طرح طاعت (عبادت) کرنے سے اجر بڑھتا ہے، اسی طرح معصیت کرنے سے گناہ بھی زائد ہوتا ہے۔ (اصلاح الرسوم: ص ۱۹)

یأجوج ونأجوج کی مشابہت

بعض آلات آتش بازی کے اوپر کو چھوڑے جاتے ہیں جیسے بیل اور اُڑن انار وغیرہ اول تو یہ بعضوں کے سر پر آکر گرتے ہیں اور لوگوں کے چوٹ لگتی ہے، علاوہ اس کے آتش بازی میں یأجوج کی مشابہت ہے، جس طرح وہ آسمان کی طرف تیر چلائیں گے، اور کفار کی مشابہت حرام ہے۔

بعض حضرات (اس کے جواز کے لیے) فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں ایام حج میں تو توپیں چھوڑی جاتی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ آتش بازی درست ہے ورنہ وہاں ایسا کیوں ہوتا؟۔

اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تو عوام لشکریوں کا فعل، شرع میں حجت نہیں، البتہ عالم محقق دین دار کا فتوی جو مطابق قواعدِ شرعیہ کے ہو حجت ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ توپیں چلانا لشکریوں کا فعل ہے نہ کسی عالم کا فتوی۔ دوسرے اسمیں کچھ مصالح بھی نکل سکتے ہیں، اظہار شوکتِ اسلام وتعظیم شعائر حج واعلان ارکان وغیرہ۔ اور آتش بازی میں کون سی شوکت ہے؟

البتہ اگر کسی مقام پر ضروری امر کے اعلان کی اصطلاح ٹھہرائی جائے تو بقدر ضرورت جائز ہوگی جیسے وقتِ افطار وسحر کے اعلان کے لیے ایک آدھ گولہ چھوڑ دینا اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور اگر اس کی ضرورت سے زائد ہوگا تو وہ بھی ممنوع ہوگا۔

(اصلاح لرسوم: ص ۲۰)

☆☆

آتش بازی کے نقصانات

لوگوں نے اس شب میں برکات کو چھوڑ کر بے ہودہ حرکات اختیار کر رکھی ہیں چنانچہ آتش بازی ایسی بری حرکت ہے کہ نام ہی میں اس کے منکر ہونے کا اقرار ہے نام بھی ایسا تجویز کیا گیا کہ جس میں آتش بھی ہے اور بازی بھی ہے، نام ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ خطرہ کی چیز ہے اور لہو ولعب ہے۔ ذرا دیکھئے تو آگ سے تلبس (کھیلنا) کوئی اچھی بات ہے؟

حدیث شریف میں تو یہاں تک ارشاد فرمایا گیا کہ سوتے وقت چراغ کو گل کر دو (بجھا دو) جو عادۃً دور ہی رکھا جاتا ہے مگر حضور پرنور ﷺ نے اس کو بھی جلتا ہوا چھوڑنا پسند نہیں فرمایا کیونکہ خطرہ سے خالی نہیں (آگ لگ سکتی ہے) اور اس کے متعلق واقعات ہو بھی گئے ہیں، پھر آگ سے اپنے کو قریب کرنے کی ممانعت کیوں نہ ہوگی، واقعی بڑی خطرہ کی چیز ہے۔ آتش بازی کی بدولت ہر سال بہت سے واقعات پیش آتے ہیں کہ کسی کا ہاتھ جل گیا، کسی کی جان جاتی رہی، کسی کا مکان خاک سیاہ ہو گیا۔ اور اگر فرض کر لو کہ کچھ بھی نہ ہو تو مال کا نقصان اور ضائع کرنا تو ہے۔

اور زیادہ تعجب تو ان بڑے بوڑھوں بے عقلوں پر ہے جن کے دلوں میں تو یہ ہوتا ہے کہ ہم خود تماشہ دیکھیں مگر چونکہ وقار کے خلاف ہے اس لیے بچوں کو آڑ بناتے ہیں اور عذر یہ کرتے ہیں کہ بچے نہیں مانتے۔ اگر بچے ضد ہی کرتے ہوں تب بھی یہ عذر قابلِ قبول نہیں، دیکھو! اگر تمہاری ! بچہ باغیوں میں شامل ہو کر گولہ باری کرنے لگے تا کیا تم اس کو نہیں روکو گے؟ اگر نہ مانے گا تو جبراً روکو گے اسی طرح یہاں کیوں نہیں کرتے؟ بچے اگر ضد کر کے سانپ مانگنے لگیں (یا اور کوئی مضر چیز) تو کیا دے دو گے؟ پھر جس کو اللہ اور رسول ﷺ نے مضر نقصان دہ بتایا ہے، کیا وجہ ہے کہ اس کی عادت ڈالی جاتی ہے؟

اس سے معلوم ہوا کہ فرمانِ رسول اللہ ﷺ کی آپ کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں (نعوذ باللہ) حالانکہ یہ مال و دولت تمہارا کہاں ہے، سب خدا ہی کی ملکیت ہے، تم محض خزانچی ہو، تمہارے ہاتھ میں تو تحویل ہے، تم ایسے ہو جیسے غلام ہوتا ہے مالک صرف اللہ تعالیٰ ہیں ﴿وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (اور اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کے

خزانوں کا مالک ہے۔

ہم کو یہ اجازت نہیں کہ اس کو جیسے چاہیں خرچ کریں، خدا کا مال ہے اس کی بابت قیامت میں سوال ہوگا کہ تم نے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، لہٰذا بچوں کو آتش بازی (برے یا غلط کے کاموں) کے لیے پیسے دینا شرعاً حرام ہے، تو تم دینے والے کون ہے؟ ہرگز مت دو، اور ضد کرنے پر سزا دو، اور کھیل تماشا اور غلط جگہ میں بھی ان کو مت کھڑا ہونے دو۔

(التبلیغ: ص ۴۸، جلد ۸)

شب براَت میں قبرستان جانے کا ثبوت

اس شب مبارک میں ایک عمل یہ مذکور ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ قبرستان (بقیع) میں تشریف لے گئے اور ان اصحاب قبور کے لیے دعاء فرمائی جس سے اس عمل کا مسنون ہونا معلوم ہوا، اور حضرات علماء کرام نے اس کو مسنون فرمایا اور جو اس سے زائد امور داخل کیے گئے وہ تمام بدعات ومکروہات ہیں، مثلاً اجتماعاً قبرستان میں جاکر ایصالِ ثواب کرنا اور کسی قسم کا اہتمام مثلاً روشنی کا اہتمام کرنا جس سے تمام قبرستان کو روشن کیا جائے، کھانے وغیرہ کا اہتمام کرنا بلکہ صرف کسی بھی قبرستان میں جاکر بلا کسی قسم کے اہتمام وفضولیات کے انفرادی طور پر جاکر دعائے مغفرت وایصالِ ثواب کرکے جلد واپس آجائے اور دوسری عبادات میں مشغول ہوجائے، بس اس قدر کام سنت کے مطابق ہوگا۔ یہ ہے مطابق سنت عمل، پھر کیوں بلاوجہ زائد امور کو شامل کرکے خلاف سنت رواج دیا جائے۔

(حقیقت شب براَت: ص ۵۲)

کیا عورت زیارتِ قبور کر سکتی ہے؟

قبروں کی زیارت کرنے میں مضائقہ نہیں ہے، اگرچہ عورت زیارت کرے، اس حدیث کی وجہ سے جس میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا لیکن اب سن لو کہ قبروں کی زیارت کیا کرو"۔

شارحؒ نے کہا ہے کہ عورتوں کو زیارت قبور کے لیے جانے میں کوئی مضائقہ

نہیں ہے یعنی خلافِ اولیٰ ہے۔ تفصیل یہ کی ہے کہ اگر عورتیں قبروں پر اس لیے جائیں گے کہ غم تازہ ہو اور قبروں پر رونا پیٹنا کریں تو اس صورت میں زیارت قبور ہرگز جائز نہیں۔ اور جس حدیث شریف میں زیارت قبور کرنے والی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے۔ اس سے اسی طرح کی عورتیں مراد ہیں اور اگر عورتیں قبروں پر اس لیے جائیں کہ عبرت حاصل کریں اور صلحاء کی قبروں پر بطور تبرک جائیں اور عورتیں بوڑھی ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں، اور اگر جوان ہوں تو ان کے لیے زیارت قبور مکروہ ہے، البتہ مردوں کے واسطے زیارت قبر مستحب ہے۔

(درمختار: ص۸۷۰، ج۱)

مسئلہ: ۔عورتوں کیلئے (خواہ جوان ہوں) صرف نبی علیہ ﷺ کے روضہ مطہرہ کی زیارت تو جائز ہے لیکن اسکے علاوہ دوسری قبروں پر جانا درست نہیں ہے۔

(مظاہر حق جدید: ص۴۷۶، جلد۲)

عورتوں کے قبرستان جانے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ وہ قبرستان جا کر کلمات ناشائستہ کہتی ہیں، تو زیارت قبر سے جو ان کو بہتری ہوئی وہ بدی سے کمتر ہے۔ علاوہ ازیں اثنائے راہ میں پردہ کا کھولنا اور زینت کا غیروں پر ظاہر کرنا بھی ان سے سرزد ہوتا ہے اور یہ دونوں بڑے گناہ ہیں اور زیارت صرف مسنون ہے تو ادائے سنت کے لیے ایسے بڑے گناہ کا مرتکب ہونا کیسے جائز ہوگا؟ ہاں اگر عورت پرانے کپڑے پہن کر یعنی بغیر زیب و زینت کے جائے کہ کوئی مرد اس کی طرف توجہ نہ کرے اور قبر پر جا کر صرف دعاء مغفرت وایصال ثواب کرے اور کوئی بات (غیر شرعی) نہ کرے تو جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(احیاء العلوم: ص۷۹۱، ج۴)

مسئلہ: ۔ بعض فقہاء نے عورتوں کو قبر پر جانے کی اجازت دی ہے بشرطیکہ رونا پیٹنا نہ ہو، لیکن احوط نہ جانا ہی ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ص۴۳۲، ج۵)

کیا میت کی روح گھر میں آتی ہے؟

سوال: میت کی روح مکان میں آتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں آتی تو خواب میں کیوں نظر آتی ہے؟

جواب: ۔خواب میں کسی میت کا نظر آنا اس کو مقتضی نہیں ہے کہ اس کی روح مکان

میں آئے بلکہ خواب میں نظر آنا بسبب تعلق روحانیت کے ہے مکان سے اس کو کچھ تعلق آنے کا نہیں، بہت سے زندہ لوگوں کو جو دور دراز پر ہیں، خواب میں دیکھا جاتا ہے، پس خواب کا قصہ جدا ہے، اجسامِ ظاہری کا اتصال اس کے لیے ضروری نہیں ہے، عالم ارواح دوسرا عالم ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ص ۴۶۰، ج ۵)

مسئلہ:۔ روح مکان پر نہیں آتی، اس کا کچھ ثبوت نہیں ہے، ایسا خیال اور عقیدہ نہ رکھے۔
(فتاویٰ دار العلوم: ص ۴۳۹، ج ۵)

مسئلہ:۔ اس کی بھی کوئی حقیقت نہیں کہ جمعرات کو روح اپنے اقرباء کے گھر آتی ہے اور ثواب کی امیدوار ہوتی ہے اور جمعہ کی نماز پڑھ کر واپس ہوتی ہے، یہ کچھ تحقیقی بات نہیں ہے۔ (یعنی ایسا نہیں ہوتا ہے)۔ (فتاویٰ دار العلوم: ص ۴۶۹، ج ۵)

مسئلہ:۔ اور بزرگوں کی ارواح کے آنے پر کوئی قوی دلیل نہیں، جو روایات بیان کی جاتی ہیں وہ محدثین کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ص ۱۸۲، ج ۱)

مسئلہ:۔ ارواح مؤمنین کا شب جمعہ وغیرہ کو اپنے گھر آنا کہیں ثابت نہیں ہوا، یہ روایات واہیہ (غلط) ہیں۔ اس پر عقیدہ کرنا ہرگز نہیں چاہئے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل: ص ۲۶۹)

قبرستان جانے کے آداب واحکام

آنحضرت ﷺ نے ابتداء اسلام میں قبروں پر جانے سے منع فرمادیا تھا کیونکہ زمانہ جاہلیت قریب تھا، اس لیے یہ اندیشہ ہوا کہ شاید لوگ قبروں پر جا کر کفر وشرک کی باتیں نہ کرنے لگیں، جب آپ ﷺ نے دیکھ لیا کہ اسلام نے دلوں میں رسوخ حاصل کرلیا ہے تو آپ ﷺ نے زیارتِ قبور کی اجازت مرحمت فرمادی، لہٰذا تمام علماء کے نزدیک قبروں کی زیارت مستحب ہے کیونکہ قبروں پر جانے سے دل میں نرمی آتی ہے، موت یاد آتی ہے اور دل ودماغ اس عقیدہ پر پختہ ہوتے ہیں کہ یہ دنیا فانی ہے اور اس عالم کے علاوہ ایک عالم ہے جہاں جانا ہے اور وہاں جا کر اس عالم کے ایک ایک عمل کا حساب دینا ہے، اس کے علاوہ بہت سے فائدے ہیں، پھر سب سے بہتر فائدہ یہ بھی ہے کہ قبروں پر جانے سے مردوں کے لیے رحمت ومغفرت کی دعاء کا موقع ملتا ہے جو سنت ہے چنانچہ منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ جنت

البقیع (قبرستان) تشریف لے جاتے اور وہاں کے مردوں پر سلام پیش فرماتے، نیز ان کے لیے دعائے مغفرت فرماتے۔

قبروں پر جانے کے کچھ آداب واحکام ہیں جو شریعت نے بتائے ہیں مثلاً:۔

(۱) جب کوئی شخص دعائے مغفرت وایصالِ ثواب کی خاطر قبر پر جائے تو وہاں صاحب قبر کے منہ کے سامنے اس طرح کھڑا ہو کہ منہ تو قبر کی طرف اور پشت قبلہ کی طرف ہو

(۲) قبر پر پہنچ کر صاحب قبر کو سلام پیش کرے۔

(۳) قبر کو ہاتھ (تعظیماً) نہ لگائے۔

(۴) قبر کو چومے نہیں۔

(۵) قبر کے سامنے تعظیماً نہ جھکے اور نہ قبر کو سجدہ کرے۔

(۶) قبر کی مٹی منہ پر نہ ملے، کہ یہ نصاریٰ کی عادت ہے۔

ان احکام وآداب کے علاوہ ایسی چیزیں اختیار کرنا جن کا شریعت میں کوئی وجود نہیں ہے۔ یہ انتہائی گمراہی اور ضلالت کی بات ہے۔

قبر کے پاس قرآن پاک کی تلاوت مکروہ نہیں ہے، اور دوسرے دنوں کی بہ نسبت جمعہ کے روز خصوصاً دن کے ابتدائی حصہ میں قبر پر جانا افضل ہے، نیز منقول ہے کہ دوسرے دنوں کی بہ نسبت جمعہ کے روز میت کو زیادہ ادراک دیا جاتا ہے اور جمعہ کے روز اپنی قبر پر آنے والوں کو دوسرے دنوں کی بہ نسبت زیادہ پہچانتا ہے (مظاہر حق جدید: ص۴۷۶، ج۲

حضرت عقبہ بن عامرؓ کا ارشاد منقول ہے کہ:۔

’’اگر میں آگ پر چلوں یا تلوار کی تیز دھار پر اپنا پیر رکھ دوں جس کے نتیجے میں پیر (جل) کٹ جائے تو میرے نزدیک یہ پسندیدہ ہے، بہ نسبت اس چیز کے کہ میں کسی شخص کی قبر پر چلوں، اور میرے نزدیک قبروں پر پیشاب کرنے اور بھرے بازار میں لوگوں کی نظروں کے سامنے پیشاب کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے‘‘ (مظاہر حق جدید: ص۴۸۲، ج۲)

قبرستان میں جانے کا مسنون طریقہ

(عن ابن عباسؓ قال مر النبی ﷺ بقبور بالمدینة فاقبل علیهم بوجهه فقال

السلام علیکم یااھل القبور یغفر اللہ لناولکم انتم سلفناونحن بالاثر)

(ترمذی شریف)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباسؓ راوی ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی کریم ﷺ مدینہ کے قبرستان سے گذرے تو آپ ﷺ قبروں کی طرف روئے مبارک کرکے متوجہ ہوئے اور فرمایا: (**السلام علیکم یااھل القبور یغفر اللہ لناولکم انتم سلفناونحن بالاثر**) (اے قبروالو! تمہاری خدمت میں سلام پیش ہے، اللہ تعالیٰ ہماری تمہاری مغفرت فرمائے، تم ہم میں سے پہلے پہنچے ہوئے ہو، اور ہم بھی تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔

تشریح:۔ حدیث شریف کے الفاظ" آپ ﷺ قبروں کی طرف اپنا روئے مبارک کرکے متوجہ ہوئے"۔ میں اس بات کی دلیل ہے کہ جب کوئی مسلمان اہل قبور پر سلام پیش کرے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ اس کا منہ میت کے منہ کے سامنے ہو، اسی طرح جب دعائے مغفرت وغیرہ کے لیے قبر کے پاس کھڑا ہو تو اپنا منہ میت کے سامنے رکھے۔ چنانچہ علماء و مجتہدین کا یہی مسلک ہے اور اسی کے مطابق تمام مسلمانوں کا عمل ہے۔

مرزا مظہرؒ فرماتے ہیں کہ کسی میت کی زیارت اس کی زندگی کی ملاقات کی طرح ہے، لہٰذا جس طرح کس شخص کی زندگی میں اس سے ملاقات کے وقت اپنا منہ اس کی منہ کی طرف متوجہ رکھا جاتا ہے اسی طرح اس کے مرنے کے بعد اس کی میت یا اس کی قبر کی زیارت کے وقت بھی اپنا منہ اس کے سامنے رکھا جائے، پھر یہ کہ کسی بھی میت کے سامنے وہی طریقہ وآداب ملحوظ رہنے چاہئیں جو اس کی زندگی میں اُٹھنے بیٹھنے کے وقت ملحوظ ہوتے تھے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص کسی ایسے شخص کی ملاقات کے وقت جو اپنے کمالات وفضائل کی بناء پر عظیم المرتبت ور فیع القدر تھا، ادب واحترام کے پیش نظر اس کے بالکل قریب نہیں بیٹھتا تھا بلکہ اس سے کچھ فاصلہ پر بیٹھتا تھا تو بس اب بھی اس کی میت یا اس کی قبر کی زیارت کے وقت بھی وہ فاصلہ سے کھڑا رہے یا بیٹھے۔ اور اگر اس کی زندگی میں بوقت ملاقات اس کے قریب بیٹھتا تھا تو جب اس کی میت یا قبر کی زیارت کرے تو اس کے قریب ہی کھڑا ہو یا بیٹھے"۔

جب کسی قبر کی زیارت کی جائے تو اس وقت سورۂ فاتحہ الحمد شریف اور سورۂ قل ھُوَ

اللّٰـہ اَحَد (کم ازکم) تین مرتبہ پڑھے اوراس کا ثواب میت کو پہنچا کراس کے لیے دعائے مغفرت کرے۔ (مظاہر حق جدید شرح مشکوۃ شریف: ص ۴۸۰، ج ۲)

کیا مُردے زیارت کرنے والے کو پہچانتے ہیں؟

اس بات پر سب اُسلاف کا اتفاق ہے کہ مردے زیارت کرنے والے کو پہچانتے ہیں اوران سے خوش ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کی قبر پر جاتا ہے اوراس کے پاس بیٹھتا ہے تو صاحب قبراس سے مانوس ہوتا ہے اوراس کے کے سلام کا جواب دیتا ہے جب تک کہ وہاں سے اُٹھ کر نہ جائے۔

(کتاب الروح: ص ۳۷ بحوالہ ابن ابی الدنیا در کتاب القبور)

(اس قسم کی بہت سی احادیث آئی ہیں اوراس پر آج کل کوئی شبہ باقی نہیں رہا ہے کہ قبر میں سے کیسے دیکھ سکتا ہے؟ کیونکہ یہ تو عالم بالا کا معاملہ ہے جب کہ اس عالم میں ایسے ایسے آلات موجود ہیں کہ زمین پر رکھنے سے ہزاروں فٹ کی گہرائی کی معدنیات وخزائن تیل، پٹرول، سونا، چاندی وغیرہ معلوم ہوجاتے ہیں اورایکسرے مشین تو عام ہوچکی ہے۔ ﴿إِنَّ اللّٰهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (احقر محمد رفعت قاسمی مدرس دارالعلوم دیوبند)

ایصال ثواب کے چند ضروری مسائل

حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جب تم قبرستان جاؤ تو وہاں سورۂ فاتحہ (الحمد شریف) ومعوذتین ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ اور قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ پڑھ کراس کا ثواب اہل قبرستان کو پہنچاؤ جو انھیں پہنچ جاتا ہے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ''جو شخص قبرستان جائے اوروہاں ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ گیارہ مرتبہ پڑھ کراس کا ثواب اہل قبرستان کو بخشے تو اسے قبرستان میں مدفون مردوں کی تعداد کے بقدر ثواب ملتا ہے''۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''جو شخص قبرستان

جائے اور وہاں (بغرض ایصال ثواب) سورۂ یٰسین تلاوت کرے تو اللہ تعالیٰ اہل قبرستان کے عذاب میں کمی کرتا ہے اور اس شخص کو قبرستان میں مدفون مردوں کی تعداد کے بقدر نیکیاں دی جاتی ہیں (مظاہر حق شرح مشکوٰۃ شریف: ص ۴۴۹، ج ۲)

اگر مندرجۂ بالا سورتیں یاد نہ ہوں تو جو بھی سورتیں یاد ہوں اور جتنا بھی پڑھ سکے ثواب پہنچادے، اگر بالکل ہی جاہل ہے تو زبان سے ان کے درجات اور مغفرت کی دعاء کرے، یا صدقہ وخیرات کرکے ان کے لیے ایصال ثواب کرے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ مردہ مثل ڈوبے ہوئے فریاد خواہ کے ہے، دعاء کا منتظر رہتا ہے کہ باپ یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچے، اور جب دعاء اس کی جانب سے پہنچتی ہے تو اس کے نزدیک دنیا ومافیہا سے محبوب تر ہوتی ہے اور زندوں کے تحفے مردوں کے لیے دعاء اور مغفرت کی درخواست ہیں۔ (احیاء العلوم: ص ۹۴۷، ج ۴ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ مدرس دار العلوم دیوبند)

مسئلہ: ۔رات کے وقت قبروں کی زیارت کرنا یعنی مردوں کے لیے کچھ (قرآن مجید کی کوئی سورت) پڑھ کر بخشنا جائز ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ۴۵۳، بحوالہ مشکوٰۃ شریف: ص ۱۵۴، ج ۱)

مسئلہ: ۔مردہ سے کہا جاتا ہے یہ ثواب فلاں کی طرف سے ہے۔ (اگر قبرستان کے علاوہ کسی اور جگہ سے ایصال ثواب کیا جائے) اور کہنے والا فرشتہ ہوتا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ص ۴۲۶، ج ۵)

مسئلہ: ۔مردوں کو ثواب صدقات وقرآن شریف کا پہنچنا اور مردوں کو زندہ لوگوں کی دعاء واستغفار سے نفع پہنچنا نصوص قرآنی اور احادیث نبوی ﷺ سے ثابت ہے، انکار اس کا جہل اور معصیت اور خرق اجماع ہے، البتہ ایصال ثواب کے لیے شریعت میں کوئی دن مقرر نہیں ہے لہٰذا چہلم وبرسی اور عرس وفاتحہ خوانی مروجہ یہ سب رسوم خلاف شریعت ہیں اور قبروں سے استمداد (مدد چاہنا) اور منت اور طلب مراد سب ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا کوئی تصرف اور اختیار نہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم: ص ۴۲۷، ج ۵)

مسئلہ: ۔مشروع یہ ہے کہ زیارت قبور کے وقت سنت کے مطابق سلام کرے اور اہل قبور کے لیے دعاء مغفرت کرے، اور اگر کچھ پڑھ کر ان کی ارواح کو ثواب پہنچائے تو بہت اچھا

ہے اور اگر اپنے لیے کچھ دعاء کرے تو اللہ تعالیٰ سے کرے کہ مثلاً اس طرح سے کہ یا اللہ انکی برکت سے میری حاجت پوری فرما ان بزرگوں (اہل قبور) سے یہ نہ کہے کہ تم دعاء کرو۔ آیات قرآنیہ اس پر دلالت کرتی ہیں لہٰذا اس طرح ان سے خطاب کر کے نہ کہے کہ تم دعاء کرو، بلکہ خود اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے بھی دعاء مغفرت اور بلند درجات کی دعاء کرے، اور اگر ان کے وسیلہ سے اپنی حاجات کے پورا ہونے کے لیے بھی دعاء کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ حصن حصین میں مذکور ہے کہ صالحین کے وسیلہ سے دعاء کرنا مستحب ہے کہ حق تعالیٰ ان کی برکت سے دعاء قبول فرمائے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ص ۴۴۲، ج ۵۔ بحوالہ حصن حصین: ص ۱۸)

مسئلہ: ۔ مردہ کو ثواب پہنچانے کے وقت اگرچہ نیت کا ہونا کافی ہے لیکن اگر زبان سے کہا جائے تو اس طرح سے کہا جائے کہ یا اللہ اس عمل کا ثواب فلاں کو پہنچا دے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ص ۴۵۱، ج ۵۔ بحوالہ رد المحتار: ص ۸۴۴، ج ۱)

مسئلہ: ۔ ایصالِ ثواب کرنے میں فلاں ابن فلاں کہنا مناسب ہے لیکن اگر باپ کا نام معلوم نہ ہو تو صرف اسی کا نام لینا کافی ہے، نیت میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ اگر باپ کا نام معلوم نہ ہو تو کچھ حرج نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ص ۴۲۱، ج ۵)

مسئلہ: ۔ ایک وقت میں اگر چند اموات کو ثواب پہنچا دے تو سب کو پہنچتا ہے لیکن اول وہ ثواب ایک میت کو پہنچا دیا تو پھر دوسرے وقت اسی صدقہ وکلام مجید کا ثواب دوسری میت کو نہیں پہنچ سکتا کیونکہ وہ ثواب اول میت کو پہنچ گیا۔

(فتاویٰ دار العلوم: ص ۴۱۹، ج ۵۔ بحوالہ رد المحتار: ص ۸۴۴، ج ۱)

مسئلہ: ۔ اگر قرآن شریف کا ثواب چند کو کیا، تو کیا تقسیم ہو کر پہنچتا ہے یا سب کو پورا پورا پہنچے گا؟ اس میں فقہاء کے دو قول ہیں، ایک یہ کہ ہر ایک میت کو پورا پورا ثواب پہنچتا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ تقسیم ہو کر پہنچتا ہے۔ اور اس دوسرے قول کے موافق قیاس کے لکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بعید نہیں ہے کہ ہر ایک کو پورا پورا ثواب پہنچے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ص ۴۴۹، ج ۵)

(اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید یہی ہے کہ ہر ایک کو پورا پورا ثواب پہنچا دے۔ اس

کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں آتی، یہ تو صرف بندہ کی نیت پر دارومدار ہے کہ اللہ سے جیسا گمان رکھے گا ایسا ہی پائے گا، انشاء اللہ، محمد رفعت قاسمی غفا اللہ عنہ)

مسئلہ: ۔ قرآن شریف کا ثواب میت کو تو ملے گا ہی، باقی اس وجہ سے کہ پڑھنے والے نے ایک نیک کام کیا اس کا بدلہ دس گنا اس سے بھی زیادہ اسکو مل سکتا ہے، اخلاص شرط ہے، بغیر اخلاص کے کوئی عمل مقبول نہیں۔ ﴿اَلَا لِلّٰهِ دِيْنُ الْخَالِص﴾ (پارہ ۲۳ سورۃ الزمر)

﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ (پارہ ۸ سورۃ الانعام)

(فتاویٰ دار العلوم: ص ۳۴۱، ج ۵)

مسئلہ: ۔ قبرستان میں قرآن شریف کا زور سے یعنی بلند آواز سے اور آہستہ دیکھ کر اور حفظ سب طرح پڑھنا درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل: ص ۲۶۶)

مسئلہ: ۔ ثواب پہنچانے کے لیے ہاتھ اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنی ہو تو قبروں کی طرف پشت کر لینی چاہیے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل: ص ۲۶۷)

(کیونکہ عوام کو دھوکہ ہو سکتا ہے کہ اہل قبور سے مانگ رہے ہیں، صاحب قبر کے وسیلہ سے دعاء تو مانگنا جائز ہے لیکن جو مانگنا ہے اللہ ہی سے مانگنا چاہیے۔

(احقر محمد رفعت قاسمی غفا اللہ عنہ)۔

شب برأت کی رسومات

منجملہ رسومات کے شب برأت کا حلوہ، اور عید کی سویاں، عاشورہ محرم (دس محرم) کا کھچڑا اور شربت وغیرہ ہے۔

شب برأت میں حدیث سے اس قدر ثابت ہے کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جنت البقیع (قبرستان) میں تشریف لے گئے اور مردوں کے لیے دعاء مغفرت فرمائی، اس سے آگے سب لوگوں کی ایجاد ہے، جس میں مفاسدِ کثیرہ پیدا ہو گئے ہیں۔

(۱) بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا دندانِ مبارک (یعنی دانت) جب شہید ہوا تھا، تو آپ ﷺ نے حلوہ نوش فرمایا تھا، یہ بالکل من گھڑت اور غلط قصہ ہے، اس کا اعتقاد کرنا ہرگز جائز نہیں، بلکہ عقلاً بھی ممکن نہیں۔ اس لیے کہ یہ واقعہ ماہِ شوال میں ہوا تھا نہ کہ ماہِ شعبان میں

(۲) بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں (شب برأت کا حلوہ جائز کرنے کیلئے) کہ حضرت امیر حمزہؓ کی شہادت ان دنوں میں ہوئی تھی، یہ انکی فاتحہ ہے، یہ بھی محض بے اصل اور غلط ہے اول تو تعیین تاریخ کی ضرورت نہیں دوسرے خود یہ واقعہ بھی غلط ہے کیونکہ حضرت حمزہؓ کی شہادت بھی شوال ہی میں ہوئی تھی شعبان میں نہیں ہوئی۔

(۳) بعض لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ شب برأت وغیرہ میں مردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں اور دیکھتی ہیں کہ کس نے ہمارے لیے کچھ پکایا ہے یا نہیں، ظاہر ہے یہ بات بھی بغیر نقلی دلیل کے ثابت نہیں ہوسکتی، اور یہاں کوئی دلیل نہیں ہے۔

(کسی بھی مسئلہ کی اصل حقیقت معلوم کرنے کے لیے قرآن واحادیث سے معلوم کرنا لازمی ہے تو قرآن شریف اور احادیث میں اس قسم کی کوئی دلیل موجود نہیں کہ مرنے کے بعد روح اس دنیا میں آکر دیکھتی ہے۔ البتہ نہ آنے پر دلائل کافی موجود ہیں۔

(مشکوۃ شریف: ص ۲۵، ج ۱)۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

(۴) بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب شب برأت سے پہلے کوئی مرجائے تو جب تک کہ اس کے لیے شب برأت میں فاتحہ نہ کی جائے وہ مردوں میں شامل نہیں ہوتا۔ یہ محض بے اصل بات ہے، خود ساختہ اور بالکل لغو ہے، بلکہ یہ بھی رواج ہے کہ اگر تہوار سے پہلے کوئی مرجائے تو کنبہ بھر (مرحوم کے خاندان یا متعلقین) میں پہلا تہوار نہیں ہوتا، یعنی نہیں مناتے۔ حدیثوں میں صاف مذکور ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو مرتے ہی اپنے جیسے لوگوں میں پہنچتا ہے، یہ نہیں کہ شب برأت تک انکار رہتا ہے۔

(۵) بعض لوگ شب برأت کو حلوے کی ایسی پابندی کرتے ہیں کہ بغیر اسکے سمجھتے ہیں ہوئی ہی نہیں۔ اس پابندی میں اکثر فساد عقیدہ بھی ہوجاتا ہے کہ اس کو ضروری سمجھنے لگتے ہیں، فساد عمل بھی ہوجاتا ہے، فرائض وواجبات سے زیادہ اس کا اہتمام کرنے لگتے ہیں، ان خرابیوں کے علاوہ تجربہ سے ایک بات ثابت ہوتی ہے، وہ یہ نیت بھی فاسد ہوجاتی ہے۔ ثواب وغیرہ مقصود نہیں رہتا ہے، خیال ہوجاتا ہے کہ اب کی مرتبہ نہ کیا تو لوگ کہیں گے کہ اس مرتبہ خست اور ناداری نے گھیر لیا ہے، اس الزام کے دور کرنے کے لیے جس طرح بن پڑتا

ہے ضرور کرتا ہے، ایسی نیت سے صرف کرنا محض اسراف اور تفاخر ہے جس کا گناہ ہونا بارہا مذکور ہو چکا ہے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کے لیے سُودی قرض لینا پڑتا ہے۔ یہ الگ گناہ ہے۔

(۶) جو لوگ اعانت و مدد کے مستحق ہیں انکو کوئی بھی نہیں دیتا یا کم درجہ کا کھانا پکا کر انکو دیا جاتا ہے، اکثر مال داروں اور برادری کے لوگوں کو بطور معاوضہ کے دیتے لیتے ہیں اور نیت اسمیں یہی ہوتی ہے کہ فلاں شخص نے ہمارے گھر بھیجا ہے، اگر ہم نہ بھیجیں گے تو وہ کیا کہے گا۔ غرض کہ اس میں بھی وہی ریا (دکھلاوا) تفاخر ہو جاتا ہے۔

(۷) بعض لوگ اس تاریخ (شعبان کی پندرہویں) میں مسور کی دال ضرور پکاتے ہیں اس ایجاد کی وجہ آج تک معلوم نہیں ہوئی، لیکن اس قدر ظاہر ہے کہ اس کو ضروری سمجھنا بلاشک معصیت (گناہ) ہے، یہ تو کھانا پکانے میں ایجاد کرتے ہیں۔

(۸) ایک زیادتی اس رات میں یہ کی گئی ہے کہ بعض لوگ شب بیداری کے لیے فرائض سے زیادہ اس میں لوگوں کو جمع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ ہر چند کہ اجتماع سے رات میں جاگنا آسان ہو جاتا ہے مگر نفل عبادت کے لیے لوگوں کو ایسے اہتمام سے بلانا اور جمع کرنا، یہ خود خلافِ شریعت ہے، البتہ اتفاقاً اگر کچھ لوگ جمع ہو گئے تو اس میں مضائقہ نہیں۔

(۹) بعض لوگوں نے اس (شعبان کی پندرہویں تاریخ) میں برتنوں کا بدلنا اور گھر کا لیپنا (کلی چونا، رنگ و روغن وغیرہ) اور خود اس شب میں چراغوں کا زیادہ روشن کرنا وغیرہ بدعت کر لی ہے یہ بالکل کفار کی نقل ہے اور حدیث تشبہ سے حرام ہے۔

(اصلاح الرسوم: ص ۱۳۴، از حضرت تھانویؒ)

(ہندوستان میں غیر مسلم اپنے تہوار دیوالی پر نئے برتن خریدتے ہیں اور چراغاں بھی کرتے ہیں، ان کے اعتقاد کے مطابق ایسا کرنے سے ان کی دیوی خوش ہوتی ہے ان کی یہ مذہبی رسم بعض مسلمانوں نے بھی اپنالی ہے، جو کہ غلط اور حرام ہے اس کو بالکل ترک کر دینا چاہئے۔ اللھم احفظنا۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

مسئلہ:۔ اسی طرح یہ مشہور ہے کہ شب برأت کے حلوہ سے اگر پہلا روزہ افطار کیا جائے تو بہت ثواب ہے، یہ بالکل غلط ہے۔ (اغلاط العوام مکمل: ص ۱۲۴)

شبِ براَت میں حلوہ پکانا وکھانا

سوال:۔ شب براَت میں عید (خوشی) منانا اور حلوہ پکانا کیسا ہے؟ اگر ثواب کی نیت کے بغیر یوں ہی پکایا جائے تو کیا اس میں بھی حرج ہے۔ نیز کہیں سے آیا ہوا حلوہ کھانے میں حرج تو نہیں؟

جواب:۔ شب براَت میں عید (خوشی) منانے اور حلوہ پکانے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا یہ اُمور ناجائز اور بدعت ہیں۔ اگر محض رسم کے طور پر حلوہ پکایا جائے ثواب کا عقیدہ نہ ہو تو بھی اس میں بدعت کی تائید وترویج ہوتی ہے لہٰذا اس سے احتراز لازم ہے، اسی بناء پر حلوہ قبول کرنے سے بھی بچنا چاہئے، معہٰذا یہ حرام نہیں۔ (احسن الفتاویٰ: ص ۳۸۵، ج ۱)

مسئلہ:۔ کھانا تقسیم کرنے کے متعلق اس شب (شب براَت) میں خاص طور پر کوئی روایت میرے نظر سے نہیں گزری، البتہ اس شب کی جو فضیلت وارد ہوتی ہے وہ غروب شمس سے طلوع فجر تک ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ص ۵۷، جلد ۱۰)

شب براَت کے اعمالِ مسنونہ

شب براَت کی خصوصیات معلوم ہو چکیں ہمیں اس مبارک رات میں کیا کرنا چاہئے اور خدا کی بے حد وحساب نعمتیں لوٹنے کے لیے کس طرح یہ رات گذارنی چاہئے۔

احادیث کے دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس رات میں صرف تین امور ثابت ہیں، ان تینوں کو سنت کے طور پر ادا کرنا خیر و برکت اور ثواب کا باعث ہے:۔

(۱) پندرہویں شب میں قبرستان جائے اور کسی اہتمام والتزام کے بغیر جائے اور وہاں پہنچ کر مردوں کے لیے دعاء واستغفار کرے۔ اگر صدقہ وخیرات دے کر اس کا ثواب بخش دیا جائے تو اس سے بھی مردوں کو ثواب پہنچتا ہے۔ مگر اس میں آج کی مروجہ رسموں کا پابند نہ ہو، اور حدودِ شرعی سے تجاوز نہ کرے۔

(۲) اس شب میں بیدار رہ کر خدا کی عبادت کرے، نفل نمازیں پڑھے مگر بلا جماعت اور جس قدر ہو سکے بلا تعین تعداد پڑھے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرے یا سنے، رسول اللہ ﷺ

پر کثرت سے درود شریف پڑھے، اپنے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے خوب دعاء کرے اور اپنے گناہوں سے استغفار اور توبہ کرے، خصوصاً ان گناہوں سے جن کے ہوتے ہوئے آج کی خیر وبرکت والی رات میں بھی دعائیں قبول نہیں ہوتی ہیں۔ اور جو شخص طویل نماز پڑھنا چاہے وہ صلوٰۃ التسبیح پڑھے۔ خدا کے خوف سے روئے اور والدین اور اولاد کے حق میں دعائے خیر کرے اور تمام اہم امور سے متعلق دعاء کرے۔

(۳) شب برأت کے بعد والے دن میں یعنی شعبان کی پندرہویں تاریخ کو نفل روزہ رکھے جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:۔ (قوموا لیلها وصوموا نهارها) یعنی پندرہویں کی رات میں شب بیداری کرو اور اس کے بعد والے دن میں یعنی پندرہویں کے دن میں روزہ رکھو، یہ تینوں باتیں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں، ان کا مسنون طریقہ سے ادا کرنا بہتر ہے۔ (شب برأت: ص۲۲)۔

تنبیہ:۔ بعض مقامات پر شب برأت میں شب بیداری کے لیے فرائض سے زیادہ لوگوں کو جمع کرنے اور بلانے کا اہتمام کیا جاتا ہے، اجتماع سے شب بیداری اگرچہ سہل ہوجاتی ہے، مگر نفل عبادت کے لیے لوگوں کو ایسے اہتمام سے بلانا اور جمع کرنا درست نہیں ہے۔ نیز مساجد میں اکٹھے ہو کر جاگنا جیسا آج کل رواج ہے، اکثر علماء نے مکروہ لکھا ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی راتوں میں اور شب برأت میں اور رمضان کے عشرۂ اخیرہ کی (دس) راتوں میں اور ذی الحجہ کی اول دس راتوں میں جاگنا اور عبادت کرنا تنہا تنہا مستحب ہے۔ (الجواہر الزواہر: ص۲۵۰)

حدیث شریف سے اس زمانہ میں صرف تین کام ثابت ہوئے ہیں۔ ان کو بطور مسنون ادا کرنا موجب ثواب وبرکات ہے۔

اول:۔ پندرہویں شب کو قبرستان میں جاکر اموات کیلئے دعاء واستغفار کرنا، اگر کچھ صدقہ وخیرات دے کر مردوں کو اسکا ثواب بخش دیا جائے تو وہی استغفار اس کیلئے اصل نکل سکتی ہے کہ مقصود دونوں سے نفع رسانی اموات کی ہے، مگر اسمیں کسی بات کا پابند نہ ہو، اگر وقت میسر ہو تو خفیہ (خاموشی سے) کچھ دے دلا دے، باقی حدود شرعی سے تجاوز نہ کرے۔

دوم: ۔ اس شب میں بیدار رہ کر عبادت کرنا خواہ تنہا ہو یا دو چار آدمیوں کے ساتھ جن کے جمع ہونے کے لیے اہتمام نہ کیا گیا ہو۔

سوم: ۔ پندرہویں تاریخ کو روزہ نفل رکھنا، ان عبادتوں کو مسنون طور پر ادا کرنا نہایت احسن ہے۔ (اصلاح الرسوم: ص ۱۳۴)

شب برأت کی مخصوص دعائیں

(۱) **(اعوذ بعفوک من عقابک واعوذ برضاک من سخطک واعوذ بک منک الیک لااحصی ثناء علیک انت کما اثنیت علیٰ نفسک)** (الترغیب والترہیب: ص ۳۵۸، ج ۲)۔

(۲) **(اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی)**

(ابن ماجہ، مظاہر حق: ص ۶۸۵، ج ۲)

جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا ”یہ دعاء خود بھی سیکھو اور دوسروں کو بھی سکھاؤ، کیونکہ جبرائیلؑ نے یہ دعاء مجھے سکھلائی ہے“۔ اسی لیے علماءؒ لکھتے ہیں کہ یہ دعاء دنیا اور آخرت کی تمام خیر و بھلائی کے لیے جامع ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی طرف سے بندہ کے معاملہ میں عفو و درگزر اور مغفرت و بخشش ہی وہ سب سے عظیم سعادت ہے جو ہر خیر و بھلائی کا نقطہ عروج ہے، چنانچہ ایک روایت میں فرمایا گیا ہے کہ ”بندہ کی طرف سے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی سوال طلب عافیت و بخشش سے افضل نہیں ہے“۔

جہاں تک ہو سکے اسی دعاء کو یاد کیا جائے اور بچوں کو بھی یاد کرائی جائے، کیونکہ آج کل بچے جھوٹی کہانیاں و قصے اور گانے وغیرہ ان ہی کے الفاظ میں یاد کر لیتے ہیں اور والدین بھی اس پر فخر کرتے ہیں۔

اور اگر یہ یاد نہ ہو سکے تو اپنی زبان میں خیر و عافیت و مغفرت طلب کرے، یا یہ دعاء کرلے۔ مگر پہلے درود شریف پڑھے پھر دعاء مانگے: ۔

”اے میرے اللہ! تو ہی سب پر احسان کرنے والا ہے اور تجھ پر کوئی احسان نہیں کرسکتا۔ اے بزرگی و مہربانی رکھنے والے اور اے بخشش کا انعام کرنے والے، تیرے سوا کوئی

معبود نہیں، تو گرتوں کا تھامنے والا، بے پناہوں کو پناہ دینے والا اور پریشان حالوں کا سہارا ہے۔ یا اللہ تیرے سوا کس سے مانگیں، تو ہی داتا ہے، اے اللہ اگر تو نے مجھے اپنے پاس اُم الکتاب میں بھٹکا ہوا یا محروم یا کم نصیب لکھ دیا ہے تو اے اللہ اپنے فضل وکرم سے میری خواری، بدبختی، راندگی اور روزی ورزق کی کمی کو مٹادے، بے شک تیرا یہ کہنا تیری کتاب قرآن مجید میں جو آخری نبی ﷺ کے ذریعے ہم تک پہنچی ہے سچ ہے کہ اللہ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے بنادیتا ہے۔ ﴿إِنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ اے اللہ تجھ سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے سب کچھ تیرے اختیار میں ہے، تیرے پاس ام الکتاب ہے، اے خدا تجلی اعظم کے صدقہ اس نصف شعبان مکرم کی رات میں، جس میں تمام چیزوں کی تقسیم ونفاذ ہوتا ہے میری بلاؤں وپریشانیوں کو دور فرما، خواہ میں ان کو جانتا ہوں یا نہ جانتا ہوں اور جن سے تو واقف ہے، بے شک تو ہی سب سے برتر اور بڑھ کر احسان کرنے والا ہے۔ اے اللہ! نیک اولاد عنایت فرما اور ہماری مغفرت فرما، اے اللہ تمام گناہوں کو معاف فرما صغیرہ ہوں یا کبیرہ، یا اللہ بعض گناہ ایسے ہیں جو کہ ہم نے پوشیدہ طور پر کیے تھے کہ کوئی نہیں دیکھ رہا ہے، اے اللہ تو نے پردہ پوشی فرمائی تو ہی معاف فرما اور آئندہ کے لیے ہدایت فرما، دین میں جو کوتاہیاں ہوئی ہیں ان کو بھی معاف فرما، اے اللہ ایمان پر خاتمہ فرمائیے۔ اے اللہ ہمارے والدین اور اساتذہ اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما۔

اے اللہ! ہمیں مانگنا نہیں آتا ہے ہم وہ سب کچھ مانگتے ہیں جو تیرے نبی حضرت محمد ﷺ نے مانگا، اور جس چیز سے پناہ مانگی ہم بھی اس سے پناہ مانگتے ہیں، اپنے پیارے حبیب ﷺ کے صدقہ ہماری دعاؤں کو قبول فرما۔ (آمین یا رب العالمین)۔

(احقر محمد رفعت قاسمی عفا اللہ عنہ مدرس دار العلوم دیوبند)

شب قدر کی عظمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ بے شک ہم نے قرآن پاک کو شب قدر میں اتارا۔ یعنی قرآن شریف کو لوحِ محفوظ سے آسمان دنیا پر اس رات میں اُتارا ہے یہ ہی ایک بات اس

رات کی فضیلت کے لیے کافی تھی کہ قرآن جیسی عظمت والی چیز اس میں نازل ہوئی، چہ جائیکہ اس میں اور بھی بہت سی برکات وفضائل شامل ہوگئے ہوں، آگے زیادتی شوق کے لیے ارشاد ربانی ہے:۔ ﴿وَمَا أَدْرَاکَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ﴾ آپ کو کچھ معلوم بھی ہے، کہ شب قدر کیسی بڑی چیز ہے یعنی اس رات کی بڑائی اور فضیلت کا آپ کو علم بھی ہے کہ کتنی خوبیاں اور کس قدر فضائل اس میں ہیں، اس کے بعد چند فضائل کا ذکر فرماتے ہیں: ﴿لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی ہزار مہینہ تک عبادت کرنے کا جس قدر ثواب ہے اس سے زیادہ شب قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ہے، اور اس زیادتی کا علم بھی نہیں کہ کتنی زیادہ ہے۔ ﴿تَنَزَّلُ الْمَلَائِکَةُ﴾ اس رات میں فرشتے اُترتے ہیں۔

علامہ رازیؒ لکھتے ہیں کہ ملائکہ نے جب ابتداء میں انسان کو دیکھا تھا تو اس سے نفرت ظاہر کی تھی اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا تھا کہ ایسی چیز کو آپ پیدا فرماتے ہیں جو دنیا میں فساد کرے اور خون بہائے، اور آج جب کہ توفیق الٰہی سے تو (انسان) شب قدر میں معرفتِ الٰہی اور طاعت ربانی میں مشغول ہے تو فرشتے اپنے فقرہ کی معذرت کرنے کے لیے اُترتے ہیں۔ ﴿وَالرُّوحُ فِیهَا﴾ اس رات میں روح القدس یعنی جبرائیلؑ بھی نازل ہوتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ شب قدر میں حضرت جبرائیلؑ فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ اُترتے ہیں اور جس شخص کو ذکر وغیرہ میں مشغول دیکھتے ہیں، اس کے لیے رحمت کی دعاء کرتے ہیں۔ ﴿بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن کُلِّ أَمْرٍ﴾ اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لیکر زمین کی طرف اُترتے ہیں۔

مظاہر حق میں لکھا ہے کہ اسی رات میں ملائکہ کی پیدائش ہوئی اور اسی رات میں حضرت آدمؑ کا مادہ جمع ہونا شروع ہوا، اسی رات میں جنت میں درخت لگائے گئے اور دعاء وغیرہ کا قبول ہونا تو کثرت روایات میں آیا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اسی رات میں حضرت عیسیٰؑ آسمان پر اٹھائے گئے اور اسی رات میں بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی۔

﴿سَلَامٌ﴾ (قف) وہ رات سراپا سلام ہے، یعنی تمام رات فرشتوں کی طرف سے

مؤمنین پر سلام ہوتا رہتا ہے کہ ایک فرشتوں کی فوج (ٹکڑی) آتی ہے دوسری جاتی ہے۔ ﴿هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾ وہ رات (ان ہی برکات کے ساتھ) تمام رات طلوع فجر تک رہتی ہے، یہ نہیں کہ رات کے کسی خاص حصہ میں یہ برکت ہو اور کسی میں نہ ہو، بلکہ صبح ہونے تک ان برکات کا ظہور رہتا ہے۔

ایک سوال کا جواب

روایات میں شب قدر کو ایک ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ان ایک ہزار مہینوں کے اندر بھی ہر سال ایک شب قدر آئے گی تو حساب کس طرح بنے گا؟

ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ یہاں ایک ہزار مہینوں سے مراد وہ شب ہے جس میں شب قدر شامل نہ ہو، اس لیے اب کوئی اشکال نہیں۔ (معارف القرآن: ص ۷۹۴، ج ۸)

(یہ جو فرمایا گیا ہے کہ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہزار مہینوں تک عبادت کرنے کا جتنا ثواب ہے اس سے زیادہ شب قدر کی عبادت کا ہے۔ اور کتنا زیادہ ہے؟ یہ خدا ہی کو معلوم ہے، جسے اللہ تعالیٰ زیادہ فرمائے اس کی زیادتی کا کیا ٹھکانا۔ دنیا ہی کا دستور ہے کہ بڑے لوگ تھوڑی بہت بڑائی کو کوئی بڑائی نہیں سمجھا کرتے، جس کی نظر اونچی ہوتی ہے وہ بہت اونچی چیز ہی کو اونچا مانتا ہے۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ اس زمانے میں عربوں کے یہاں ہزار سے آگے گنتی ہی نہ تھی، جیسا کہ آج سے ہزار سال پہلے تمام دنیا میں سوسیکڑے کی بہت ہی زیادہ اہمیت تھی۔ اور آج؟

اور قرآن شریف چونکہ انھیں کی زبان میں اور انھیں کے محاورات کے مطابق نازل ہوا ہے، لہٰذا ان کے سامنے ہزار سے زیادہ کا کوئی عدد کیسے بولا جاسکتا تھا؟ اس لیے ان کی آخری گنتی کا لفظ بول کر آگے اللہ تعالیٰ نے صرف اتنا فرمادیا کہ "اس سے بھی زیادہ"۔ اب اس سے زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے، کروڑ بھی اس میں آگیا اور ارب اور کھرب اور نیل وسنکھ اور مہا سنکھ سب میں آگئے تو گویا شب قدر کی فضیلت کی زیادتی کی کوئی حد نہیں ہے۔

(محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

کیا تمام دنیا میں ایک ہی وقت میں شب قدر ہوتی ہے؟

مسئلہ :۔ اختلاف مطالع کے سبب مختلف ملکوں اور شہروں میں شب قدر مختلف دنوں میں ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں، کیونکہ ہر جگہ کے اعتبار سے جو رات شب قدر قرار پائے گی اس جگہ اسی رات میں شب قدر کی برکات حاصل ہونگی۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :۔ جس شخص نے شب قدر میں عشاء اور صبح کی نماز جماعت سے پڑھ لی اس نے بھی اس رات کو پالیا، اور جو شخص جتنا زیادہ کرے گا، زیادہ ثواب پائے گا۔

صحیح مسلم میں حضرت عثمان غنیؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرلی تو آدھی رات کے قیام کا ثواب پالیا، اور جس نے صبح کی نماز بھی جماعت سے ادا کرلی تو پوری رات جاگنے، عبادت کرنے کا ثواب حاصل کرلیا۔ (معارف القرآن: ص۷۹۳، ج۸)

شب قدر کے معنیٰ:

قدر کے معنی عظمت وشرف کے ہیں اور اس رات کو لیلۃ القدر کہنے کیوجہ اس رات کی عظمت وشرف ہے۔

حضرت ابوبکر وراقؒ نے فرمایا کہ اس رات کو لیلۃ القدر (شب قدر) اس وجہ سے کہا گیا کہ جس آدمی کی اس سے پہلے اپنی بے عملی کے سبب کوئی قدر و قیمت نہ تھی اس رات میں توبہ واستغفار اور عبادات کے ذریعہ وہ بھی صاحب قدر وشرف بن جاتا ہے۔

قدر کے دوسرے معنی تقدیر وحکم کے بھی آتے ہیں اس معنی کے اعتبار سے لیلۃ القدر کہنے کی وجہ یہ ہوگی کہ اس رات میں تمام مخلوقات کے لیے جو کچھ تقدیرِ ازلی میں لکھا ہے اس کا جو حصہ اس سال میں رمضان سے اگلے رمضان تک پیش آنے والا ہے وہ ان فرشتوں کے حوالہ کردیا جاتا ہے جو کائنات کی تدبیر اور تنفیذِ اُمور کے لیے مامور ہیں۔

اور بعض حضرات نے جو لیلۂ مبارکہ سے نصف شعبان کی رات یعنی شب برأت مُراد لی ہے تو وہ اس کی تطبیق اس طرح کرتے ہیں کہ ابتدائی فیصلے امور تقدیر کے اجمالی طور پر

شب برأت میں ہو جاتے ہیں پھر ان کی تفصیلات لیلۃ القدر (یعنی شب قدر میں جو رمضان میں آتی ہے) میں لکھی جاتی ہیں۔ اس کی تائید حضرت ابن عباسؓ کے ایک قول سے ہوتی ہے، اس میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سال بھر کے تقدیری امور کا فیصلہ تو شب برأت یعنی نصف شعبان کی رات میں کر لیتے ہیں پھر شب قدر میں یہ فیصلے متعلقہ فرشتوں کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں۔ (تفسیر مظہری)

اور یہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے کہ امور تقدیر کے فیصلے اس رات میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سال میں جو امور تقدیر نافذ ہوتے ہیں تو وہ لوحِ محفوظ سے نقل کر کے فرشتوں کے حوالے کر دیئے جاتے ہیں۔ اور اصل نوشتۂ تقدیر میں لکھا جا چکا ہے۔

(معارف القرآن: ص ۷۹۲، ج ۸)

شب قدر کیا ہے؟

رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات شب قدر کہلاتی ہے، جو بہت برکت اور خیر کی رات ہے۔ قرآن شریف میں اسکو ہزار مہینوں سے افضل بتلایا ہے ہزار مہینوں کے تراسی (۸۳) برس چار ماہ ہوتے ہیں۔

خوش نصیب ہے، شخص جسکو اس رات کی عبادت نصیب ہو جائے کہ جو شخص اس ایک رات کو عبادت میں گزار دے۔ اس نے گویا تراسی سال چار ماہ سے زیادہ مدت کو عبادت میں گزار دیا، اور اس زیادتی کا بھی حال معلوم نہیں کہ ہزار مہینے کتنے ماہ سے افضل ہیں۔ (عربوں کے یہاں اس زمانے میں ہزار سے آگے گنتی نہ تھی)۔

اللہ جل شانہٗ کا حقیقۃً بہت ہی بڑا انعام ہے کہ قدر دانوں کے لیے یہ ایک بے نہایت نعمت مرحمت فرمائی۔ در منثور میں حضرت انسؓ سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد مبارک نقل کیا گیا ہے کہ شب قدر اللہ تعالیٰ نے میری امت کو مرحمت فرمائی ہے پہلی امتوں کو نہیں ملی۔ اس بارے میں مختلف روایات ہیں کہ اس انعام کا سبب کیا ہوا، بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں کی عمروں کو دیکھا کہ بہت بہت ہوئی ہیں اور آپ ﷺ کی امت کی عمریں بہت تھوڑی ہیں، اگر وہ نیک اعمال میں ان کی برابری کرنا

چاہیں تو ناممکن، اس سے اللہ کے لاڈلے نبی کو رنج ہوا۔ اس کی تلافی میں یہ رات مرحمت ہوئی کہ اگر کسی خوش نصیب کو دس راتیں بھی نصیب ہو جائیں اور ان کی عبادت میں گزار دے تو گویا آٹھ سو تینتیس برس چار ماہ سے بھی زیادہ کامل عبادت میں گزار دیا۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ ایک ہزار مہینے تک جہاد کرتا رہا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس پر رشک آیا تو اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے اسکی تلافی کے لیے اس رات کا نزول فرمایا۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار حضرات کا ذکر فرمایا حضرت ایوب، حضرت زکریا، حضرت حزقیل، حضرت یوشع علیہم السلام کہ یہ سب اسی اسی برس تک اللہ کی عبادت میں مشغول رہے، اور پل جھپکنے کے برابر بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔ اس پر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حیرت ہوئی، پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضرِ خدمت ہوئے اور سورۃ القدر سنائی، اس کے علاوہ اور بھی روایات ہیں، اس قسم کے اختلافِ روایات کی اکثر یہ وجہ ہوتی ہے کہ ایک ہی زمانہ میں جب مختلف واقعات کے بعد کوئی آیت نازل ہوتی ہے تو ہر واقعہ کی طرف نسبت ہوسکتی ہے۔ بہر حال آیت کے نازل ہونے کا سبب جو کچھ بھی ہوا ہو، لیکن اُمتِ محمدیہ کے لیے یہ اللہ جل شانہٗ کا بہت ہی بڑا انعام ہے، یہ رات بھی اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے اور اس میں عمل بھی اسی کی توفیق سے میسر ہوتا ہے۔

(فضائل رمضان المبارک: ص۳۵، ومظاہر حق جدید: ص۶۷۹، جلد۲)

کمائی کی رات

اس رات کی فضیلت معلوم کرنے کے لیے اگرچہ قرآن کریم کی ایک مستقل سورت کافی ہے، لیکن نمونہ کے طور پر دو حدیثیں بھی لکھی جاتی ہیں:۔

(عن ابی ھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قام لیلۃ القدر ایمانا واحتسابا غفر لہ ماتقدم من ذنبہ)

(رواہ البخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لیے) کھڑا ہوا، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

تشریح:۔ اگر دنیا کے کاروباری کو یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں مہینے میں ہمارے قریب شہر میں ایک میلہ (نمائش وغیرہ) لگنے والا ہے۔ جس میں اتنی آمدنی ہوگی کہ ایک روپیہ کے دس روپے بن جائیں گے اور سال بھر پھر کچھ کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی تو بتاؤ کون بیوقوف ہے جو اس بہترین موقع کو کھودے گا؟

اگر بتانے والے نے تاریخ نہ بھی بتائی ہوگی تو کسی نہ کسی طرح وہ تاریخ کا پتہ لگائیگا اور اگر تاریخ میں شبہ رہ جائے تو احتیاطاً کئی دن پہلے اس جگہ پر پہنچ جائیگا۔

اب ایک اور موقع نیکوں کے میلے کا بھی مؤمنوں کو دیا جارہا ہے مگر اتنی بات ہے کہ مہینہ تو بتادیا اور یہ بھی بتادیا کہ اس مہینے کی آخری تہائی حصہ میں ہے، لیکن تاریخ گول مول رکھی کہ دیکھیں نیکیوں کے شوقین اور خدا کی محبت اور اس کے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُلفت کا دم بھرنے والے کیا کچھ کر کے دکھاتے ہیں اور جس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلاش میں پورے پورے مہینے کا اعتکاف کیا ہے، اس کے چاہنے والے کتنے دن اپنی رحمت وآرام قربان کرتے ہیں؟ (الترغیب والترہیب: ص۹۰، ج۲)

کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھے اور اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ کسی اور عبادت تلاوت قرآن اور ذکر وغیرہ میں مشغول ہو، اور ثواب کی اُمید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ریاء وغیرہ کسی بدنیتی سے کھڑا نہ ہو بلکہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب کے حصول کی نیت سے کھڑا ہو۔

خطابی علیہ الرحمہ کہتے ہیں:۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ثواب کا یقین کر کے بشاشتِ قلب سے کھڑا ہو، بوجھ سمجھ کر، بددلی کے ساتھ نہیں، اور کھلی ہوئی بات ہے کہ جس قدر ثواب کا یقین اور اعتقاد زیادہ ہوگا، اتنا ہی عبادت میں مشقت کا برداشت کرنا سہل ہوگا، یہی وجہ ہے کہ جو شخص قُرب الٰہی میں جس قدر ترقی کرتا ہے عبادت میں اس کا انہماک زیادہ ہوتا رہتا ہے

نیز یہ معلوم ہوجانا بھی ضروری ہے کہ اوپر والی حدیث اور اس جیسی احادیث میں گناہوں سے مراد علماء کے نزدیک صغیرہ ہوتے ہیں اس لیے کہ قرآن پاک میں جہاں کبیرہ گناہوں کا ذکر آتا ہے، ان کا (الا من تاب) کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اسی بناء پر علماء کا اجماع ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا۔ پس جہاں احادیث میں گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر آتا ہے علماء اس کو صغائر (معمولی چھوٹے گناہ) کے ساتھ مقید فرمایا کرتے ہیں، توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ گناہوں پر ندامت ہو اور آئندہ کو نہ کرنے کا عزم ہو۔ اگر کسی شخص سے کبیرہ گناہ ہوگئے ہیں، اس کے لیے ضروری ہے کہ شب قدر ہو یا اور کوئی قبولیت کا موقع ہو، اپنی بداعمالیوں سے سچے دل سے پختگی کے ساتھ دل وزبان سے توبہ بھی کرلے تاکہ اللہ کی رحمت کاملہ متوجہ ہو، اور صغیرہ وکبیرہ سب طرح کے گناہ معاف ہوجائیں۔ (فضائل رمضان المبارک: ص ۳۸)۔

(اگر یاد آجائے تو اس سیہ کار کو بھی اپنی مخلصانہ دعاؤں میں شامل فرمالیں۔ رفعت)۔

فرشتوں کی آمد

(عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان لیلة القدر نزل جبریل فی کبکبة من الملئکة یصلون علیٰ کل عبد قائم او قاعد یذکر اللہ عزوجل) (کذا فی المشکوٰۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ شب قدر میں حضرت جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اترتے ہیں اور اس شخص کے لیے جو کھڑے یا بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہا ہے اور عبادت میں مشغول ہے دعاء رحمت کرتے ہیں۔

تشریح:۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا فرشتوں کا ساتھ آنا خود قرآن شریف میں مذکور ہے اور بہت سی احادیث میں بھی اس کی تصریح ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تمام فرشتوں کو تقاضہ فرماتے ہیں کہ ہر ذاکر وشاغل کے گھر جائیں اور ان سے مصافحہ کریں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ فرشتے حضرت جبرائیل

علیہ السلام کے کہنے سے متفرق ہو جاتے ہیں اور کوئی گھر چھوٹا بڑا، جنگل یا کشتی ایسی نہیں ہوتی جس میں کوئی مؤمن ہو اور وہ فرشتے مصافحہ کرنے کے لیے وہاں نہ جاتے ہوں (اس سے مراد دعاء خیر بھی ہوسکتی ہے اور خود مصافحہ بھی، کیونکہ فرشتے مجسم نور ہی نور ہوتے ہیں جو کہ ہم کو نظر نہیں آتے، اور محسوس بھی نہیں ہوتے، جس طرح سے مرنے والے کے پاس ملک الموت اور فرشتوں کی آمد اور بات چیت کا ذکر آتا ہے، ہوسکتا ہے کہ اللہ والوں کو محسوس ہوتے ہوں اور نظر بھی آتے ہوں۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

لیکن اس گھر میں نہیں داخل ہوتے جسمیں کتا یا خنزیر ہو یا حرامکاری کی وجہ سے ناپاک ہو یا تصویر ہو۔

مسلمانوں کے کتنے گھر ایسے ہیں جن میں خیالی زینت کی خاطر تصویریں لٹکائی جاتی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمت رحمت سے اپنے ہاتھوں کو محروم کرتے ہیں۔ (کیونکہ) تصویر لگانے والا ایک آدھ ہوتا ہے مگر اس گھر میں رحمت کے فرشتوں کے داخل ہونے سے روکنے کا سبب بن کر سارے ہی گھر کو اپنے ساتھ محروم رکھتا ہے۔

(فضائل رمضان: ص ۴۰)

شب قدر کی تعیین نہ ہونے کا سبب

(عن عبادة بن الصامتؓ قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیخبرنا بلیلة القدر فتلاحی رجلان من المسلمین فقال خرجت لاخبرکم بلیلة القدر فتلاحی فلان وفلان فرفعت وعسیٰ ان یکون خیرا لکم فالتمسوھا فی التاسعة والسابعة) (مشکوٰۃ و بخاری شریف)۔

ترجمہ:۔ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسلئے باہر تشریف لائے تا کہ ہمیں شب قدر کی اطلاع فرمادیں، مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا. آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس لیے آیا تھا کہ تمہیں شب قدر کی خبر دوں مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہو رہا تھا کہ جسکی وجہ سے اس کی تعیین اٹھالی گئی، کیا بعید ہے کہ اٹھالینا اللہ کے علم میں بہتر ہو، لہذا اب اس رات کو نویں اور ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔

تشریح:۔ اس حدیث میں تین مضامین قابل غور ہیں۔ سب سے پہلے اہم وہ جھگڑا ہے. جودو مسلمانوں میں ہورہا تھا اور یہ اس قدر سخت بُری چیز ہے۔ کہ اس کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے شب قدر کی تعیین اٹھالی گئی اور صرف یہی نہیں بلکہ جھگڑا ہمیشہ برکات سے محرومی کا سبب ہوا کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادگرامی ہے کہ تمہیں نماز روزہ صدقہ وغیرہ سب سے افضل بتلاؤں؟ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ضرور۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپس کا سلوک سب سے افضل ہے۔ اور آپس کی لڑائی دین کو مونڈ نے والی ہے جیسے استرے سے سر کے بال ایک دم صاف ہوجاتے ہیں، آپس کی لڑائی سے دین بھی اسی طرح صاف ہوجاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی آبروریزی کو بدترین سُود اور خبیث ترین سُود ارشاد فرمایا ہے، لیکن ہم لوگ لڑائی کے زور میں نہ مسلمان کی آبروریزی کی پرواہ کرتے ہیں، نہ اللہ اور اس کے سچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا خیال ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے کہ شب برأت میں اللہ کی رحمت عامہ مخلوق کی طرف متوجہ ہوتی ہے (اور ذرا ذرا سے بہانے سے) مخلوق کی مغفرت فرمائی جاتی ہے، مگر دو شخصوں کی مغفرت نہیں ہوتی، ایک کافر، دوسرا وہ جو کسی سے کینہ رکھے۔

ایک جگہ ارشاد ہے کہ تین شخص ہیں جن کی نماز قبولیت کے لیے ان کے سر سے ایک بالشت بھی اُوپر نہیں جاتی، جن میں آپس کے لڑنے والے بھی فرمائے ہیں۔

(فضائل رمضان المبارک: ص ۴۳)۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ وہ دو اشخاص جو اس موقع پر جھگڑنے لگے تھے، ان میں ایک کا نام عبداللہ ابن ابی خذرد اور دوسرے کا نام کعب ابن مالک تھا۔

''شب قدر کی تعیین اٹھالی گئی'' کا مطلب یہ ہے کہ ان دو اشخاص کے جھگڑنے کی وجہ سے شب قدر کے تعیین کا علم میرے ذہن سے محو کردیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ آپس میں جھگڑنا اور منافرت اور دشمنی اختیار کرنا بہت بری بات ہے، اس کی وجہ سے آدمی برکات اور بھلائیوں سے محروم ہوجاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا ”شاید تمہارے لیے یہی بہتر ہوگا“ کا مطلب یہ ہے کہ شب قدر کے بارہ میں جو متعین طور پر مجھے بتادی گئی تھی، اب وہ بھلادی گئی ہے، اگر میں تمہیں بتادیتا تو تم لوگ صرف اسی شب پر بھروسہ کرکے بیٹھ جاتے، اب اس کے تعین کا عمل نہ ہونے کی صورت میں نہ صرف یہ کہ تم لوگ اس کو پانے میں بہت زیادہ کوشش کروگے بلکہ عبادت اور طاعت میں زیادتی بھی ہوگی جو ظاہر ہے تمہارے حق میں بہتر ہی بہتر ہے۔ (مظاہر حق جدید: ص ۶۸۷، ج ۲)

شب قدر کی پوشیدگی کا راز

جو چیز جتنی قیمتی اور اہم ہوتی ہے اتنی ہی زیادہ محنت سے حاصل ہوتی ہے تو شب قدر جیسی قیمتی دولت بھلا بغیر محنت کے کیسے ہاتھ لگ سکتی تھی، اسلیے اس کی تاریخ گول مول رکھی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے (عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُوْنَ خَيْرَ الَّكُمْ) کیا خبر ہے تاریخ کا پتہ نہ دینے ہی میں تمہاری بھلائی ہو، (ابن کثیر: ص ۵۳۴، ج ۴)

مطلب اس کا صاف ہے کہ اگر تاریخ معلوم ہوجاتی تو اس کی اتنی قدر نہ ہوتی، اور معلوم ہوتے ہوئے بھی پھر اس کی ناقدری کرنا سخت بدنصیبی اور محرومی کی بات تھی۔ مفسر قرآن علامہ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اس کو پوشیدہ رکھنے میں حکمت یہی ہے کہ اس کے طالب وشوقین پورے رمضان عبادتوں کا اہتمام کرینگے۔

(ابن کثیر: ص ۵۳۴، ج ۴)

اگر شب قدر کی تعیین باقی رہتی تو بہت سی کوتاہ طبائع ایسی ہوتیں کہ اور راتوں کا اہتمام بالکل ترک کردیتیں اور اس صورتِ موجودہ میں اس احتمال پر کہ آج ہی شاید شب قدر ہو۔ متعدد راتوں میں عبادت کی توفیق طلب والوں کو نصیب ہوجاتی ہے۔

اور ایک حکمت یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ گناہ کیے بغیر ان سے رہا نہیں جاتا، شب قدر کی تعیین کی صورت میں اگر باوجود معلوم ہونے کے اس رات میں گناہ کی جرأت کرتا تو سخت اندیشناک تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک صحابیؓ سو

رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ ان کو جگا دو تا کہ وضو کرلیں، حضرت علیؓ نے ان کو جگا دیا، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو خیر کی طرف بہت تیزی سے چلنے والے ہیں، آپؐ نے خود کیوں نہیں جگایا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کہیں یہ شخص میرے جگانے پر انکار کر بیٹھتا اور میرے کہنے پر انکار کرنا کفر ہو جاتا ہے۔ تیرے کہنے پر انکار کفر نہیں ہوگا"۔ تو اس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت نے گوارا نہیں فرمایا کہ اس کی عظمت والی رات کے معلوم ہونے کے بعد کوئی گناہ پر جرأت کرے۔

منجملہ ان وجوہات کے ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ تعیین کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات اتفاقاً چھوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں افسردگی وغیرہ کی وجہ سے پھر کسی رات کا بھی جاگنا نصیب نہ ہوتا اور اب رمضان کی ایک دو رات تو کم از کم ہر شخص کو میسر آجاتی ہے۔

(ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ) جتنی راتیں طلب میں خرچ ہوتی ہیں ان سب کا مستقل ثواب علیحدہ ملے گا، ان کے علاوہ اور بھی مصالح ہوسکتی ہیں، ایسے ہی امور کیوجہ سے عادۃ اللہ یہ جاری ہے کہ اس نوع کی اہم چیزوں کو مخفی فرما دیتے ہیں، چنانچہ اسم اعظم کو پوشیدہ فرما دیا، اسی طرح جمعہ کے دن ایک وقتِ خاص مقبولیت دعاء ہے، اس کو بھی مخفی فرمایا ہے۔ ایسے ہی اور بھی بہت سی چیزیں اس میں شامل ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جھگڑے کی وجہ سے اس خاص رمضان المبارک میں تعیین شب قدر بھلا دی گئی ہو، اور اس کے بعد دیگر مصالح مذکورہ کیوجہ سے ہمیشہ کے لیے تعیین ہٹا دی ہو۔ (فضائل رمضان: ص ۴۴)

شب قدر کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم دیا گیا تھا

حضور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کی تعیین کا علم دیا گیا تھا، اور اس کی اطلاع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دینے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت کدے سے باہر تشریف لائے مگر دیکھا کہ مسجد نبوی میں دو مسلمان کسی معاملے میں جھگڑ رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا جھگڑا ختم کرانے کی کوشش کی، اتنے میں وہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن مبارک سے نکل گئی جو ان دونوں کے جھگڑنے کی قباحت کے سبب ہوئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا آپس میں لڑنا جھگڑنا خدا کو سخت ناپسند ہے اور اس کی وجہ سے خدا کی بہت سی نعمتوں اور رحمتوں سے محرومی ہوتی رہے گی اس لیے اس سے ڈرنا چاہئے۔ تاہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس علم کے حاصل نہ ہونے کی صورت میں بھی دوسری وجہ خیر کی پیدا ہوگی جس کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب قدر کی تلاش وجستجو سے امت کے لیے دوسری جہت خیر وفلاح کھل گئیں، اور اس کی فکر وطلب کرنے والوں کو حق تعالیٰ دوسرے انواع واقسام کے انعامات سے نوازیں گے، کیونکہ ان سب راتوں میں شب قدر کی طلب وتلاش بھی مستقل عبادت بن گئی، جو تعیین کی صورت میں نہ ہوئی۔

(انوار الباری شرح البخاری: ص ۱۷۱، ج ۲)

علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ”شاید شب قدر کی پوشیدگی میں یہ حکمت اور مصلحت ہے کہ اس کو تلاش کرنے والا سال کی اکثر راتوں میں اسکو طلب کرے تاکہ اسکو پالینے سے اسکی عبادت کا اجر وثواب بہت زیادہ ہوجائے۔

دوسرے یہ کہ لوگ اس کے معلوم ومتعین ہونے کی صورت میں صرف اسی رات میں عبادت کرکے بہت بڑا فضل وشرف حاصل کرلیا کرتے اور اس پر بھروسہ کرکے دوسری راتوں کی عبادت میں کوتاہی کیا کرتے۔ اس لیے بھی اس کو پوشیدہ کردیا گیا۔

(عمدۃ القاری: ص ۲۶۳، ج اول)

کیا شب قدر اب بھی باقی ہے؟

حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری محدث دار العلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ محدثین (فرفعت) سے مراد یہ نہیں کہ اصل شب قدر ہی اٹھالی گئی، بلکہ اسکا علم تعیین اٹھالیا گیا، اگر شب قدر ہی باقی نہ رہتی تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو اسکو تلاش کرنے کا حکم فرمارہے ہیں اسکا کیا فائدہ؟ (انوار الباری: ص ۱۷۱، جلد ۲)

پانچ چیزیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں

شب قدر کے بارے میں قطعی خبر اس لیے نہیں دی گئی کہ کوئی شخص اس رات پر ہی

بھروسہ کرلے اور ایسا نہ کہے کہ میں نے اس رات میں جو عمل کرلیا وہ ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بخش دیا ہے مجھے درجہ عطا ہوا ہے میں جنت میں جاؤنگا۔ ایسا خیال اُسے سست نہ بنادے، اور وہ اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہوجائے۔ ایسا کرنے سے دنیاوی امیدیں اس پر غلبہ پالیں گی اور وہ اسے ہلاک کردیں گی، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ان کے عمر کے بارے میں بھی بے خبر رکھا ہے۔ اگر ہر شخص کو اپنی عمر کا پتہ ہوجاتا تو وہ کہتا کہ ابھی تو مرنے میں بہت دن پڑے ہیں، اس وقت دنیاوی لطف اٹھالیں، موت کا وقت آئے گا تو توبہ کرلیں گے، خدا کی عبادت کرلیں گے اور نیکوکار بن کر مرینگے۔

عمر سے اس لیے بے خبر رکھا گیا کہ آدمی ہر وقت ڈرتا رہے اور نیک کام کرے ہمیشہ توبہ کرے۔ اور جو شخص ایسا کرے اسے دنیا کی لذتیں حاصل ہونگی اور آخرت میں خدا کے عذاب سے چھوٹ جائیگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔

۱۔ لوگوں کی عبادت پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی ظاہر کرنے کو۔

۲۔ گناہوں پر اپنے غضب اور غصہ کے ظاہر کرنے کو۔

۳۔ وسطی نماز کو دوسری نمازوں سے۔

۴۔ اپنے دوستوں کو عام لوگوں کی نظروں سے۔

۵۔ اور رمضان کے مہینے میں شب قدر کو۔ (غنیۃ الطالبین: ص ۳۸۰)

بدنصیب کون ہے؟

دنیا والوں کی نظر میں تو سب سے بڑا بے وقوف اور نادان وہی ہے جو کمائی کا سیزن یوں ہی گنوادے اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے، لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ مبارک میں سب سے بڑا بدنصیب اور محرومِ قسمت وہ ہے جو نیکیوں کا بہترین موقع ضائع کردے اور کچھ نہ کرسکے۔ ارشادِ عالی ہے:۔

(عن انس رضی الله عنه قال دخل رمضان فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان هذا الشهر قد حضركم فيه ليلة خير من الف شهر من حرمها فقد حرم

الخیر کله ولا یحرم خیرها الا محروم)۔ (ابن ماجہ: ص۱۲۰، ج۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار جب رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اوپر یہ مہینہ آچکا ہے جس میں ایک رات ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے، جو اس رات سے محروم رہ گیا وہ گویا ساری ہی بھلائی سے محروم رہا اور اس کی بھلائی سے وہی محروم ہوتا ہے جو واقعی محروم ہی ہو۔

ایمان کی کمی اور نیکیوں کی قیمت سے بے خبری اور بے توجہی کی بات ہے ورنہ کیا دنیا میں رات بھر جاگنے والوں کی کمی ہے؟ کیا رات بھر لوگ کھڑے نہیں رہتے؟ کیا اٹھارہ گھنٹے مسلسل پُرزوں کی طرح کھانا پینا بھلا کر لوگ کام میں جٹے نہیں رہتے؟ مگر رونا تو یہ ہے کہ خدا کے لیے کون جاگے، موت سے پہلے کی تیاری تو سب کر رہے ہیں، مگر موت کے بعد کی تیاری کون کرے؟

بس جسے مرنا ہوگا اس کی تیاری بھی کرے گا اور جو نہیں کرتا اس کی محرومی میں شک ہی کیا ہے؟ اگر ساٹھ، ستر برس کی زندگی کے لیے انسان مارا مارا پھرتا ہے اور رات دن ایک کر دیتا ہے، تو لاکھوں کروڑوں برس نہیں بلکہ بے حد و بے شمار برسوں کی زندگی کے لیے کیا کچھ نہ کر ڈالنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کی تلاش میں پہلے شروع رمضان المبارک کے دس دن کا اعتکاف کیا اور پھر ہمیشہ انہیں دس دنوں کا اعتکاف فرمارہے۔ (رمضان کیا ہے؟ ص۱۵۷، بحوالہ مشکوۃ شریف: ص۱۸۲)

کیا خبر کہ یہ آخری شب قدر ہو؟

بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ پوری رات کا جاگنا تو مشکل ہے اور تھوڑی بہت دیر جاگنے (عبادت کرنے) سے کیا فائدہ؟ لہٰذا چھٹی!

یہ خیال غلط ہے، اگر رات کے اکثر حصے میں جاگنا نصیب ہو جائے تو انشاء اللہ یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی، اور پوری رات ہی جاگنا کون سا مشکل ہے؟

ہم اور آپ جانتے ہیں کہ گذشتہ رمضان المبارک میں کتنے لوگ ایسے تھے جو آج دنیا میں نہیں ہیں اور وہ رمضان ان کا آخری رمضان تھا۔ ہمیں کیا خبر ہے کہ آئندہ رمضان

تک ہم میں کس کس کی باری ہے؟۔

اسلئے اگر اتنی بڑی نعمت حاصل کرنے کیلئے کوئی ایک دو رات جاگ ہی لیا تو کون سی بڑی بات ہے، لیکن اگر تمام رات جاگنا بس کا ہی نہ ہو تو اکثر حصہ ہی سہی۔ اور بہتر یہ ہے کہ یہ اکثر حصہ رات کا آخر ہو، کیونکہ اس وقت عبادت میں دل لگتا ہے اور شروع رات کے مقابلے میں آخر رات افضل بھی ہے۔ (رمضان کیا ہے: ص ۱۶۳)

حکمت الٰہی

اگر مسلسل دس رات جاگنے کا حکم دے دیا جاتا یا پانچ ہی راتوں کے اگر مسلسل جاگنے کا حکم ہوتا تو بہت سے لوگ اس کی ہمت نہ کرتے اور اگر بعض کر بھی لیتے تو تندرستی وصحت پر بُرا اثر پڑنے کا اندیشہ تھا۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے طاق راتوں میں (اکیس، تئیس یعنی ایک رات چھوڑ کر) شب قدر بنا کر ان راتوں کو ایسے عجیب طریقے پر تقسیم کر دیا کہ ایک رات جاگ لیں اور دوسری کو آرام کر لیں، اسی طرح راتوں کا جاگنا بھی ہو جائے اور تن درستی پر بھی کوئی برا اثر نہ پڑے۔ (رمضان کیا ہے؟ ص ۱۵۹)

شبِ قدر کب آتی ہے؟

,,عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم تحروا لیلة القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان،،

(مشکوٰة شریف عن البخاری)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتی ہے کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو۔

تشریح:۔ جمہور علماء کے نزدیک آخر عشرہ اکیسویں رات سے شروع ہوتا ہے عام ہے کہ مہینہ ۲۹ تاریخ کا ہو یا ۳۰ تاریخ کا، اس حساب سے حدیث بالا کے مطابق شب قدر کی تلاش ۲۱،۲۳،۲۵،۲۷،۲۹/ کی راتوں میں تلاش کرنا چاہئے اگر مہینہ ۲۹ دن کو ہو، تب بھی آخر عشرہ یہی کہلاتا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ شب قدر نبی کے زمانے کے ساتھ خاص رہتی ہے یا بعد میں بھی ہوتی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت تک رہے گی۔ میں نے عرض کیا رمضان کے کس حصہ میں ہوتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عشرۂ اول اور عشرہ آخر میں تلاش کرو، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم باتوں میں مشغول ہوگئے، میں نے موقع پاکر عرض کیا کہ حضور! یہ تو بتلا دیجئے کہ عشرہ کے کونسے حصہ میں ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنے ناراض ہوئے کہ نہ اس سے قبل مجھ پر اتنے خفا ہوئے تھے اور نہ بعد میں ہوئے اور فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ شانہٗ کا یہ مقصود ہوتا تو بتلا نہ دیتے، آخر کی سات راتوں میں تلاش کرو، بس اس کے بعد کچھ نہ پوچھو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ شب قدر تمام رمضان میں دائر رہتی ہے۔ صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کا قول ہے کہ تمام رمضان کی کسی ایک رات میں ہے جو متعین ہے مگر معلوم نہیں۔ شافعیہ رحمۃ اللہ علیہ کا راجح قول یہ ہے کہ اکیسویں شب میں ہونا اقرب ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبلؒ کا قول یہ ہے کہ رمضان کے آخر عشرہ کی طاق راتوں میں دائر رہتی ہے، کسی سال کسی رات میں اور کسی سال کسی دوسری رات میں۔ جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ ستائیسویں رات میں زیادہ اُمید ہے۔

بہرحال ہر شخص کو اپنی ہمت اور وسعت کے موافق تمام سال اس کی تلاش میں کوشش کرنا چاہئے، نہ ہو سکے تو رمضان بھر جستجو کرنی چاہئے، اگر یہ بھی مشکل ہو تو رمضان المبارک کے آخر عشرہ کو غنیمت سمجھنا چاہئے، اتنا بھی نہ ہو سکے تو عشرۂ اخیرہ کی طاق راتوں کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہئے اور اگر خدانخواستہ یہ بھی نہ ہو سکے تو ستائیسویں شب کو تو بہرحال غنیمت باردہ سمجھنا ہی چاہئے، اگر تائید ایزدی شامل حال ہے اور کسی خوش نصیب کو میسر ہو جائے تو پھر تمام دنیا کی نعمتیں اور راحتیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ اگر میسر نہ ہو تو تب بھی اجر سے خالی نہیں۔ بالخصوص مغرب وعشاء کی نماز جماعت سے مسجد میں ادا کرنے کا اہتمام تو ہر شخص کو تمام سال ہی ضروری ہونا چاہئے کہ اگر خوش قسمتی سے شب قدر کی رات میں یہ دو نمازیں جماعت سے میسر ہو جائیں تو کس قدر باجماعت نمازوں کا ثواب ملے۔

اللہ تعالیٰ کا کس قدر بڑا انعام ہے کہ کسی دینی کام میں اگر کوشش کی جائے تو کامیابی نہ ہونے کی صورت میں بھی اس کوشش کا اجر ضرور ملتا ہے۔

(فضائل رمضان المبارک از: ص ۳۹ تا ص ۴۷)

سات کا عدد اور شب قدر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شب قدر معلوم کرنے کے لیے طاق اعداد میں غور کیا تو سات کا عدد اس کے لیے زیادہ موزوں نظر آیا۔ جب سات کے عدد میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ آسمان بھی سات ہیں اور زمینیں بھی سات، اور دریا بھی سات، صفا اور مروہ کے درمیان بھی سات ہی مرتبہ سعی کی جاتی ہے، کعبہ کا طواف بھی سات ہی مرتبہ کرتے ہیں، سنگریزے بھی سات ہی پھینکے جاتے ہیں، آدمی کی تخلیق (پیدائش) بھی سات اعضاء سے ہوتی ہے۔ انسان کا رزق بھی سات دانے ہیں۔ آدمی کے چہرے میں بھی سات ہی سوراخ بنائے گئے ہیں، یعنی دو کان، دو نتھنے، دو آنکھیں، ایک منہ، رحم کی حالتیں بھی سات ہیں۔ قرآن کی قرأتیں بھی سات ہیں۔ سجدہ بھی سات ہی اعضاء سے کیا جاتا ہے، دوزخ کے دروازے بھی سات ہیں، دوزخ کے نام بھی سات ہیں، دوزخ کے طبقے بھی سات ہیں، اصحاب کہف بھی سات ہیں، عاد کی قوم بھی سات راتوں میں ہوا سے ہلاک ہوئی، یوسف علیہ السلام بھی سات برس تک جیل خانے میں رہے، سورۂ یوسف میں جن گایوں کا ذکر آیا ہے وہ بھی سات تھیں، قحط بھی سات سال رہا، سات ہی سال فراخی اور کشادگی رہی۔ (فرعون کے خواب اور حضرت یوسف علیہ السلام کی بیان کردہ تعبیر کی طرف اشارہ ہے) پانچ وقت کی نماز کی سترہ رکعتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حج کے بعد سات روزے رکھو۔ نسب کی رو سے سات قسم کی عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے۔ سات عورتیں ہی سسرال میں حرام ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے کہ کتا برتن میں منہ ڈال دے تو سات دفعہ اسے دھونا چاہئے، پہلی مرتبہ مٹی سے پھر پانی سے۔ سورۂ ﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ﴾ میں سلام تک ستائیس حروف ہیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام مصیبت میں سات برس گرفتار رہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

مجھ سے نکاح کیا تو میں سات برس کی تھی۔ گرمیوں کے دن بھی سات ہی ہیں (تین دن ماہِ شباط یعنی پھاگن کے اور چار دن آور یعنی چیت کے پہلے) پس یہ سات دن گرمیوں کو کاٹ دیتے ہیں یعنی ختم کر دیتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے شہید سات طرح کے ہیں۔

(۱) وہ جو خدا کی راہ میں مارے گئے۔ (۲) وہ جو طاعون کی بیماری میں مریں۔ (۳) جو سِل کی بیماری سے مریں۔ (۴) جو پانی میں ڈوب کر مریں۔ (۵) جو آگ میں جل جانے سے مریں۔ (۶) جو اسہال دستوں کی بیماری سے مریں۔ (۷) اور وہ عورت جو نفاس کی حالت (ولادت) میں مر جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قسم بھی سات چیزوں کی کھائی ہے۔ (۱) آفتاب۔ (۲) چاشت کا وقت۔ (۳) چاند۔ (۴) دن۔ (۵) رات۔ (۶) آسمان۔ (۷) اور جس نے آسمان وزمین کو بنالیا۔ (یہ کل سات ہوئے)۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قد بھی سات گز لمبا تھا، حضرت موسیٰؑ کا عصا بھی سات گز لمبا تھا۔

دل چسپ نتیجہ

اس بیان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اکثر چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے سات کے حساب سے بنایا ہے۔ اگر شب قدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہے تو اوپر کے بیان سے یہ استدلال ہوتا ہے کہ شب قدر ستائیسویں شب کو ہوگی۔

قرآن کریم میں سورۂ قدر میں ﴿سَلَامٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾ میں هِيَ کا لفظ ستائیس حروف کے بعد آتا ہے۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو ہوتی ہے۔ (غنیۃ الطالبین: ص ۳۷۸)

ستائیسویں شب میں قرآن ختم کرنا کیسا ہے؟

سوال:۔ شب قدر کو رمضان المبارک کے آخر دس دنوں کی طاق راتوں میں تلاش کرنے کا حکم ہے۔ تو پھر ہمیشہ اور ہر سال رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو ہی شب قدر منانا اور اسی

شب قرآن کا ہر سال ختم کرنا بدعت ہو گیا یا نہیں؟ صرف اسی رات کو زیادہ عبادت کرنا اور خصوصاً حافظوں کا ختم القرآن کرنا کیسا ہے؟

جواب:۔ شب قدر، عشرۂ اخیرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرنے کے لیے فرمایا گیا ہے، مگر بہت سے علماء نے قرائن سے ستائیسویں کو ترجیح دی ہے۔ اور ظنِ غالب یہ ہے کہ ستائیسویں شب ہے، لیکن اس پر یقین نہیں اس طرح کہ دوسری راتوں کی نفی (انکار) کر دیا جائے ظنِ غالب کی بناء پر۔

اگر ستائیسویں شب کو ختم قرآن پاک تراویح میں کیا جائے تو یہ افضل اور مستحب ہے۔ یقینی طور پر اسی رات کو شب قدر سمجھنا اور دوسری راتوں کی نفی کر دینا غلط ہے۔ ختم کا بھی (ہمیشہ ہی) اس شب میں التزام نہ کیا جائے، عبادت تلاوت، نماز وغیرہ کے لیے مساجد میں اس رات یا کسی اور رات میں جمع ہونا یا جماعت سے اہتمام کے ساتھ نوافل پڑھنا بدعت اور مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ص ۸۹، ج ۱۱)

شب قدر کی علامت

(ومن امارتها انها ليلة بلجة صافية ساجية لا حارة ولا باردة كان فيها قمراً ساطعا ولا يتحل ان يرمى به تلك الليلة حتىٰ الصباح ومن اماراتها ان الشمس تطلع صبيحتها لا شعاع لها مستويه كانها القمر ليلة البدر وحرم الله علىٰ الشيطان ان يخرج معها يومئذ.) (در منثور عن احمد وبیہقی)

ترجمہ:۔ اس رات کی منجملہ اور علامتوں کے یہ ہے کہ وہ رات کھلی ہوئی چمکدار ہوتی ہے، صاف شفاف، نہ زیادہ گرم نہ زیادہ سرد، بلکہ معتدل، گویا اس میں (انوار کی کثرت کیوجہ سے) چاند کھلا ہوا ہے۔ اس رات میں صبح تک ستارے شیاطین کے نہیں مارے جاتے، نیز اسکی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے بعد کی صبح کو آفتاب بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے، ایسا بالکل ہموار ٹکیہ کی طرح ہوتا ہے جیسا کہ چودھویں رات کا چاند، اللہ جل شانہٗ نے اس دن آفتاب کے طلوع ہونے کے وقت شیطان کو اس کے ساتھ نکلنے سے روک دیا (بخلاف اور دنوں کے کہ طلوع آفتاب کے وقت شیطان کا (اس جگہ ظہور ہوتا ہے)۔

تشریح:۔ اس حدیث میں شب قدر کی چند علامات ذکر کی گئی ہیں، جن کا مطلب صاف ہے کسی توضیح کا محتاج نہیں، ان کے علاوہ اور بھی علامات روایات میں اوران لوگوں کے کلام میں ذکر کی گئی ہیں جن کواس رات کی دولت نصیب ہوئی بالخصوص اس رات کے بعد جب صبح کو آفتاب نکلتا ہے توبغیر شعاع کے نکلتا ہے۔ یہ علامت بہت سی روایات احادیث میں وارد ہوئی اور ہمیشہ پائی جاتی ہے، اس کے علاوہ اور علامتیں لازمی اورضروری نہیں ہیں۔ (فضائل رمضان: ص ۴۸)

حدیثوں میں شب قدر کی کچھ نشانیاں بتائی گئی ہیں جس رات میں وہ نشانیاں پائی جائیں سمجھ لوکہ یہ شب قدر ہے:۔

(۱) سب سے صحیح پہنچان شب قدر کی یہ ہے کہ اس رات کی صبح جب سورج نکلتا ہے تو چودھویں رات کے چاند کی طرح بغیر کرنوں کے عام دنوں سے کسی قدر کم روشن ہوتا ہے۔
(عینی شرح بخاری: ص ۳۶۵، ج ۵)۔

یہ پہنچان بہت سے لوگوں نے آزمائی ہے اور ہمیشہ پائی جاتی ہے۔

(۲) وہ رات کھلی ہوئی روشن ہوتی ہے۔ (مسند احمد رواہ العینی: ص ۳۶۵)۔

(۳) اس رات میں نہ زیادہ ٹھنڈ ہوتی ہے، نہ زیادہ گرمی۔ (ابن کثیر: ص ۴۳۱، ج ۴)۔

(۴) اس رات میں آسمان میں تارے ٹوٹ ٹوٹ کر اِدھر اُدھر نہیں جاتے۔
(ابن کثیر: ص ۴۳۱، ج ۴)

(۵) امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے بعض بزرگوں سے نقل کیا ہے کہ اس رات میں ہر چیز زمین پر جھک کر سجدہ کرتی ہے اور پھر اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہے۔
(عینی: ص ۳۶۵، ج ۵)۔

لیکن یادرہے کہ یہ چیز ہر ایک کو نظر نہیں آتی، اور شاید بہت سوں کو تو سمجھ میں بھی نہ آئے۔

(۶) بعض علماء کا تجربہ ہے کہ اس رات میں سمندروں، کنوؤں کا کھاری پانی میٹھا ہوجاتا ہے۔ (العرف الشذی: ص ۳۲۷)

کچھ تعجب کی بات نہیں، اس رات میں رحمت الٰہی کی موسلا دھار بارشوں کا اثر اس قسم کی چیزوں میں بھی ظاہر ہوجائے لیکن یہ بھی ضروری نہیں کہ ہمیشہ اور ہر جگہ ہی ہوا کرے۔

(۷) بعض لوگوں کو کوئی خاص قسم کی روشنی وغیرہ بھی نظر آتی ہے، لیکن وہ اپنے اپنے حالات پر ہے، یہ کوئی خاص نشانی نہیں ہے، عام لوگوں کو اس کے چکر میں نہ پڑنا چاہئے۔
(رمضان کیا ہے؟ ص ۱۶۰)

شب قدر کے اعمال

(عن عائشة رضی الله عنهاقالت قلت یارسول الله ان علمت ای لیلة لیلة القدرمااقول فیهاقال قولی اللهم انک عفو تحب العفوفاعف عنی)

(ترمذی وفی المشکوٰة)۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ! اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو کیا دعاء مانگوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انے اللہم سے آخر تک یہ دعاء بتائی، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''اے اللہ! تو بے شک معاف کرنے والا ہے اور پسند کرتا ہے معاف کرنے کو، پس معاف فرمادے مجھ سے بھی۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

تشریح:۔ یہ نہایت جامع دعاء ہے کہ حق تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے آخرت کے مطالبہ سے معاف فرمادیں تو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہئے۔ (فضائل رمضان: ص ۴۹)

اس رات میں جاگ نماز، تلاوت، درود شریف اور دعاؤں وغیرہ کا خوب اہتمام کرنا چاہئے، اس رات کا کوئی خاص عمل نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تھوڑے تھوڑے سبھی اعمال کیے جائیں۔ اس طرح ہر قسم کے اعمال کا ثواب بھی حاصل ہو جائیگا، اور ادل بدل کر عبادت کرنا آسان بھی ہوگا، کبھی تلاوت کرنے لگے تو کبھی تسبیحات میں مشغول ہوگئے۔

اس رات میں مسجدوں میں جمع ہونے اور باقاعدہ تقریریں وغیرہ کرنے کرانے سے اگرچہ یہ تو فائدہ ہوتا ہے کہ مل جل کر جاگنا آسان ہوجاتا ہے مگر اس کی ہمیشہ پابندی کرنا اور بہت زیادہ اہتمام کرنا اچھا نہیں۔ علماء نے اس کو پسند نہیں کیا (مراقی الفلاح: ص ۲۱۹)

اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں شب قدر میں جاگنے کا یہ طریقہ نہ تھا۔ حالانکہ اس کی قیمت وہ حضرات ہم سے زیادہ پہچانتے تھے۔

دوسری ایک ضروری بات یہ ہے کہ ستائیسویں رات کو بہت زیادہ اہتمام کرنے کی وجہ سے عام لوگوں کا ذہن یہ بن جاتا ہے کہ آج ہی شب قدر ہے، حالانکہ یہ غلط ہے کہ ستائیسویں رات کو یقینی طور پر شب قدر ہے۔ اس کا ایک نقصان یہ ہوتا ہے کہ پھر وہ کسی اور رات کو جاگنے، عبادت کرنے کا اہتمام نہیں کرتے، جب کہ اس کے چھپانے کا ایک بڑا راز ہی یہ ہے کہ لوگ اس کی تلاش میں، بہت سی راتوں میں عبادت کیا کریں۔

(رمضان کیا ہے؟ ص ۱۶۳)

(قارئین کرام کی سہولت کے پیش نظر صلوٰۃ التسبیح کے چند ضروری مسائل اور طریقہ نماز پیش ہے۔ اگر کوئی صاحب ہمت مبارک راتوں میں طویل عبادت کرنا چاہے تو یہ نماز پڑھ سکتا ہے۔ صحیح احادیث میں اس کی بہت فضیلت آئی ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

صلوٰۃ التسبیح

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب سے فرمایا اے عباس! اے میرے محترم چچا! کیا میں آپ کی خدمت میں ایک گراں قدر عطیہ اور ایک قیمتی تحفہ پیش کروں؟ کیا میں آپ کو خاص بات بتاؤں؟ کیا میں آپ کے دس کام اور آپ کی دس خدمتیں کروں (یعنی آپ کو ایک ایسا عمل بتاؤں جس سے آپ کو دس عظیم الشان منفعتیں حاصل ہوں، وہ ایسا عمل ہے کہ) جب آپ اس کو کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے سارے گناہ معاف فرمادے گا، اگلے اور پچھلے بھی، پرانے بھی اور نئے بھی، بھول چوک سے ہونے والے بھی، اور دانستہ ہونے والے بھی، صغیرہ بھی اور کبیرہ بھی، ڈھکے چھپے بھی، اور علانیہ ہونے والے بھی، (وہ عمل نماز التسبیح ہے)۔ (میرے چچا) اگر آپ سے ہو سکے تو روزانہ یہ نماز پڑھا کریں اور اگر روزانہ نہ پڑھ سکیں تو ہر جمعہ کے دن پڑھ لیا کریں، اور اگر آپ یہ بھی نہ کر سکیں تو سال میں ایک دفعہ پڑھ لیا کریں اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم زندگی میں ایک بار ہی پڑھ لیں۔ (ابوداؤد وابن ماجہ)

اس نماز میں ایک خاص نکتہ ہے

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز تسبیح کے بارے میں ایک خاص نکتہ لکھا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازوں میں (خاص کر نفلی نمازوں میں) بہت سے اذکار اور دعائیں ثابت ہیں۔

اللہ کے جو بندے ان اذکار اور دعاؤں پر قابو یافتہ نہیں ہیں کہ اپنی نمازوں میں ان کو پوری طرح شامل کر سکیں اور اس وجہ سے ان اذکار و دعوت والی کامل ترین نماز سے وہ بے نصیب رہتے ہیں ان کے لیے یہی صلوٰۃ التسبیح اس کامل ترین نماز کے قائم مقام ہو جاتی ہے، کیونکہ اسمیں اللہ کے ذکر اور تسبیح و تحمید کی بہت بڑی مقدار شامل کر دی گئی ہے۔ اور چونکہ ایک ہی کلمہ بار بار پڑھا جاتا ہے اس لیے عوام کو اس نماز کا پڑھنا مشکل نہیں ہے۔

صلوٰۃ التسبیح کی خاص تاثیر

نماز کے ذریعہ گناہوں کے معاف ہونے اور معصیات کے گندے اثرات کے زائل ہونے کا ذکر تو اصولی طور پر قرآن شریف میں بھی فرمایا گیا: ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفاً مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ (سورۃ ھود، پارہ: ۱۲)

لیکن اس تاثیر میں ''صلوٰۃ التسبیح'' کا جو خاص مقام اور درجہ ہے وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث میں پوری صراحت کے ساتھ ذکر کر دیا گیا ہے، یعنی اس کی برکت سے بندہ کے اگلے، پچھلے، پرانے، نئے، دانستہ، نادانستہ، صغیرہ، کبیرہ، پوشیدہ، علانیہ، سارے ہی گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) کو ''صلوٰۃ التسبیح'' کی تلقین کرنے کے بعد ان سے فرمایا:۔

(فانک لو کنت اعظم اھل الارض ذنبا غفر لک بذالک)

یعنی تم اگر بالفرض دنیا کے سب سے بڑے گنہگار ہو گئے تو بھی اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرما دے گا۔ (معارف الحدیث: ص۳۷۳ جلد۳)۔

بعض محققین کا قول ہے کہ اس قدر فضیلت معلوم ہو جانے کے بعد بھی اگر کوئی شخص اس نماز کو نہ پڑھے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ دین کی کچھ عزت نہیں کرتا۔

(شامی، علم الفقہ صفحہ ۴۹، جلد دوم)۔

صلوٰۃ التسبیح کا ثواب عام ہے

سوال:۔ صلوٰۃ التسبیح کا ثواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا کہ اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا، کیا اور امتی کو بھی ایسا ہی ثواب ملے گا یا نہیں؟

جواب:۔ حدیث شریف میں ہے (انما الاعمال بالنیات) الخ (مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان)۔ پس مدار ثواب کا نیت پر ہے۔ اگر لوجہ اللہ خالص نیت سے کوئی شخص پڑھے گا، ثواب بھی اسی قدر ملے گا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو جو تعلیم فرمائی تھی، وہ انکی خصوصیت نہ تھی جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر ادعیہ (دعاؤں) اور اعمال کی تعلیم وبشارتِ ثواب عام تھی۔ (فتاویٰ دار العلوم: ص ۳۱۳، جلد۴)۔

صلوٰۃ التسبیح کی جماعت

جماعت نوافل کی خواہ صلوٰۃ التسبیح ہو یا کوئی دوسرے نوافل اگر بتداعی ہو (یعنی اگر با قاعدہ اہتمام کے ساتھ دو افراد سے زائد ہوں) مکروہ ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ص ۳۱۳، جلد۴۔ بحوالہ رد المحتار: ص ۶۳ ۳ جلد اول باب الوتر النوافل)

تعلیم کی غرض سے جماعت کرنا

سوال:۔ رمضان شریف کے آخری جمعہ میں صلوٰۃ التسبیح باجماعت پڑھائی جاتی ہے اسکا شرعاً کیا حکم ہے؟ امام صاحب کہتے ہیں کہ جاہل لوگ صلوٰۃ التسبیح نہیں پڑھ سکتے، لہٰذا انکو امام کی متابعت میں ثواب مل جائے گا۔

جواب:۔ اسکی کچھ اصل نہیں ہے۔ اس نماز سے فوت شدہ نمازوں کا کفارہ نہیں ہوتا یہ خیال غلط ہے، اور امام کا خیال بھی غلط ہے۔ بدعت کا ارتکاب اس خیال سے درست نہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم: ص ۳۱۴، جلد۴)۔

نماز میں ہاتھ کی کیفیت

سوال:۔ صلوٰۃ التسبیح کے قومہ میں ہاتھ باندھے رکھے یا کھلے رکھے؟

جواب:۔ کھلے رکھنا ہی معمول بہ ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ص ۳۱۴ جلد ۴)

نماز کا طریقہ

صلوٰۃ التسبیح کی چار رکعتیں نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں۔ بہتر ہے کہ چاروں ایک سلام سے پڑھی جائیں، اگر دو سلام سے پڑھی جائیں تب بھی درست ہے۔ یعنی ایک ساتھ چار رکعتیں بھی پڑھ سکتے ہیں اور دو دو رکعت کر کے بھی پڑھ سکتے ہیں۔

ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ تسبیح (سبحان اللہ) کہنا چاہئے پوری نماز میں تین سو مرتبہ۔

نماز صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ نیت کرے:۔ (نویت ان اصلی اربع رکعات صلوٰۃ التسبیح) یا اردو میں یوں کہے "میں نے ارادہ کیا کہ چار رکعت نماز صلوٰۃ التسبیح پڑھوں، (یا دل میں خیال کرلے زبان سے کہنا بھی ضروری نہیں ہے، تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور (سبحانک اللھم) پوری پڑھکر پندرہ مرتبہ (بغیر ہاتھ چھوڑے) کہے (سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر) پھر (اعوذ باللہ) اور (بسم اللہ) پڑھ کر (الحمد شریف) اور اس کے ساتھ اور سورت پڑھے، اس کے بعد رکوع میں دس مرتبہ وہی تسبیح پڑھے پھر رکوع سے اٹھ کر (سمع اللہ لمن حمدہٗ) اور (ربنا لک الحمد) کے بعد دس بار وہی تسبیح پڑھے پھر سجدہ میں جائے اور دونوں سجدوں میں (سبحان ربی الاعلیٰ) کے بعد اور سجدوں کے درمیان میں دس دس مرتبہ وہی تسبیح پڑھے۔ پھر دوسری رکعت میں (الحمد شریف) سے پہلے پندرہ مرتبہ اور بعد (الحمد شریف) اور دوسری سورت کے بعد دس مرتبہ اور رکوع اور قومے اور دونوں سجدوں اور ان کے درمیان دس دس مرتبہ اسی تسبیح کو پڑھے اسی طرح تیسری اور چوتھی رکعت میں بھی پڑھے۔

ایک دوسری روایت میں اس طرح بھی آیا ہے کہ (سبحانک اللھم) کے بعد اس تسبیح کو نہ پڑھے بلکہ (الحمد شریف) اور سورت کے بعد پندرہ مرتبہ اور دوسرے

سجدے کے بعد بیٹھ کر دس مرتبہ اسی طرح دوسری رکعت میں بھی (الحمد شریف) اور سورت کے بعد دس مرتبہ اور (التحیات) کے بعد دس مرتبہ پھر اسی طرح تیسری رکعت میں بھی اور چوتھی رکعت میں بھی درود شریف کے بعد دس مرتب باقی تسبیحیں بدستور پڑھے یہ دونوں طریقے ترمذی شریف میں مذکور ہیں۔ اختیار ہے کہ ان دونوں روایتوں میں سے جس روایت کو چاہے اختیار کرے اور بہتر ہے کہ کبھی اس روایت کے موافق عمل کرے اور کبھی اس روایت کے، تاکہ دونوں روایتوں پر عمل ہو جائے۔ (شامی)

تسبیح کے شمار کا طریقہ

اس نماز کی تسبیحیں چونکہ ایک خاص عدد کے لحاظ سے پڑھی جاتی ہیں یعنی قیام (کھڑے ہونے) کی حالت میں پچیس یا پندرہ مرتبہ اور باقی حالتوں میں دس دس مرتبہ، اس لیے اس کی تسبیحوں کے شمار کی ضروریات ہوگی اور اگر خیال ان کی گنتی کی طرف رہے گا تو نماز میں خشوع نہ ہوگا لہذا فقہاء نے لکھا ہے کہ ان کے گنتے (شمار) کے لیے کوئی علامت مقرر کر دے مثلاً جب ایک دفعہ کہہ چکے تو اپنے ہاتھ کی ایک انگلی کو دبالے، پھر دوسری کو، اسی طرح تیسری، چوتھی، پانچویں کو جب چھٹا عدد پورا ہو جائے تو دوسرا ہاتھ کی پانچویں انگلیاں یکے بعد دیگرے اسی طرح دبائے، اس طرح پورے دس عدد ہو جائیں گے انگلیوں کے پوروں پر نہ گننا چاہئے۔ اگر کوئی شخص صرف اپنے خیال میں عدد یاد رکھ سکے بشرطیکہ پورا خیال اسی طرف نہ ہو جائے تو اور بھی بہتر ہے۔ (شامی، علم الفقہ: ص۵، جلد۲)

ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ تسبیح (**سبحان الله و الحمدلله و لااله الاالله و الله اکبر**) ہونی چاہیے اس سے کم نہ ہونی چاہیے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ص۲۴۲: ج۱)

اگر نماز میں تسبیح بھول جائے؟

اگر بھولے سے کسی مقام کی تسبیحیں چھوٹ جائیں تو ان کو اس دوسرے مقام میں ادا کرلے جو پہلے سے ملا ہوا ہو بشرطیکہ یہ دوسرا مقام ایسا نہ ہو جس میں دوگنی تسبیحیں پڑھنے سے اس کے بڑھ جانے کا خوف ہو، اور اس کا بڑھ جانا پہلے مقام سے منع ہو، مثلاً قومے کا

رکوع سے بڑھا دینا منع ہے۔ پس رکوع کی چھوٹی ہوئی تکبیریں قومہ میں نہ ادا کی جائیں بلکہ پہلے سجدے میں اور اسی طرح دونوں سجدوں کی درمیان نشست کا سجدوں سے بڑھا دینا منع ہے لہٰذا پہلے سجدے کی چھوٹی ہوئی تکبیریں درمیان میں نہ ادا کی جائیں بلکہ دوسرے سجدے میں۔ (علم الفقہ: ص ۵۰، جلد ۲)

صلوٰۃ التسبیح میں اگر کسی موقع کی تسبیح بھول کر دوسرے رکن میں پڑھے لیکن رکوع میں اگر تسبیح رہ گئی ہے تو قومہ میں نہ پڑھے بلکہ پہلے سجدہ میں پڑھے، اسی طرح سجدہ کی فوت شدہ تسبیح جلسہ (دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے) میں نہیں بلکہ دوسرے سجدہ میں پڑھے کیونکہ قومہ (رکوع کے بعد) اور جلسہ مختصر رکن ہیں، ان میں پڑھے گا تو طوالت ہو جائے گی، جوان کی وضع کے خلاف ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ص ۲۴۲ جلد اول)

☆تمت بالخیر☆

اللّٰهم وفقنا بعمل يُحبّک في ليلة القدر والبراء ة ايمانًا
واحتسابًا بحرمة سيّد الانبياء والمُرسلين والصلوٰة
والسّلام عليه وعلىٰ اٰلِه وازواجه واصحابه واتباعه
اِلٰى يَوم القِيَامةِ والدين آمين يارَبَّ العَالَمِين)

محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ مدرس دار العلوم دیوبند (انڈیا)
مورخہ ۲۰/ رجب ۱۴۱۲ ہجری۔ مطابق ۲۶/ جنوری ۱۹۹۲ عیسوی

پی ڈی ایف کنندہ نوید فلاحی